

محرماں دلاں دیا

سباس گل

ناول سُباس گل

محرماں دِلاں دیا

''واؤ کتنی بڑی حویلی ہے آپ کی، اُف اور یہ لان تو بہت ہی شاندار ہے۔'' روحا نے بی بی جان (دادی) کے ساتھ حویلی کے پائیں باغ کی سیر کرتے ہوئے خوشگوار حیرت سے کہا۔

''پتر روحی! اُف نہیں کہتے، اچھی چیز، اچھا اور خوبصورت منظر دیکھ کر ماشاءاللہ کہتے ہیں، اس سے رب سوہنا خوش ہوتا ہے۔'' بی بی جان نے نرمی سے سمجھایا تو وہ خجل سی ہو کے بولی۔

''جی سوری بی بی جان!''

''اچھا چھوڑ، یہ بتا تجھے تیری ماں نے ادھر کیسے بھیج دیا، وہ بھی اکیلی لڑکی کو؟''

''آپ کو میرا یہاں آنا بُرا لگا کیا؟'' روحا نے ایکدم سے افسردہ ہو کر پوچھا۔

''او نہیں پتر! میری دھی رانی مجھے بھلا کیوں برا لگے گا بلکہ میں تو بہت خوش ہوں تیرے آنے سے، تو 6 سال کی تھی جب یہاں سے گئی تھی اور اب ماشاءاللہ 20 کی ہو گئی ہے اور پہلے سے زیادہ خوبصورت بھی۔'' بی بی جان نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کے چاندنی لٹاتے چہرے کے دلکش نقوش کو دیکھتے ہوئے محبت اور مسرت سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''شکریہ بی بی جان! دراصل پاپا بزنس کے سلسلے میں لندن گئے ہوئے ہیں، ایک ماہ سے پہلے نہیں آئیں گے اور مما دبئی جا رہی تھیں، میرے بی ایس سی کے پیپرز ختم ہو گئے تھے، میں فارغ تھی تو میں نے سوچا کیوں نہ میں یہ چھٹیاں آپ لوگوں کے پاس گزاروں، مما بڑی مشکل سے راضی ہوئی تھیں، ایک ماہ سے پہلے تو کہیں نہیں جاؤں گی بلکہ اگر یہاں میرا دل لگ گیا تو رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد ہی واپس جاؤں گی۔'' روحا نے مسکراتے ہوئے ساری بات بتا کر آخر میں اپنی پلاننگ بھی بتائی تو بی جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری دھی رانی! آخر کو تو تجھے ادھر ہی آنا ہے نا۔''

''کیا مطلب؟'' اس نے حیرت اور معصومیت سے سوال کیا۔

''روحا پتر میری دھی رانی! انسان کی اصل پہچان اس کی بنیاد ہوتی ہے۔ درخت جڑ کے بغیر زیادہ دیر ہرا بھرا نہیں رہ سکتا، ایک دن انسان کو اپنے اصل کی طرف لوٹ کے آنا پڑتا ہے۔''

''ہوں، میں سمجھ گئی، پتا ہے بی بی جان ابا تو یہاں آنا چاہتے ہیں لیکن مما انہیں نہیں آنے دیتیں، انہیں پینڈو کہتی ہیں۔'' روحا نے ایمانداری سے مگر افسردہ لہجے میں بتایا۔

''وہ جھلی ہے نہیں جانتی کہ وہ اسی پینڈو کی بیوی ہے۔'' بی بی جان نے دھیرے سے ہنس کر کہا۔

''بی بی جان! پاپا بچپن میں کیسے تھے؟ سنجیدہ، شوخ، شرارتی، کم گو یا باتونی۔''

''وہ بہت شرارتی تھا، بہت بولتا تھا لیکن اپنے بابا جان سے ڈرتا بھی تھا، اسے گاؤں میں رہنے کا جتنا شوق تھا اتنا ہی حالات نے اسے گاؤں سے دور اور شہر سے قریب کر دیا۔'' بی بی جان بات کرتے کرتے افسردہ سی ہو گئیں تھیں، ان کی آواز بھرا گئی، آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ روحا کے دل کو کچھ ہونے لگا، یہ پُرنور چہرے والی پیاری اور شفیق ہستی اسے بہت دل کے قریب محسوس ہو رہی تھی، خون کا رشتہ تو تھا ہی لیکن ایک ماں جو اپنے بیٹے کی جدائی میں دکھی تھی اس کی بے بسی، تکلیف اور دکھ نے روحا جیسی حساس دل لڑکی کو بھی دکھی کر دیا تھا۔

''بی بی جان! آپ فکر نہ کریں، دیکھئے گا ایک دن پاپا ضرور واپس آئیں گے اور مما بھی۔'' روحا نے ان کا ہاتھ تھام کر پُرامید اور جوشیلے لہجے میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''انشاءاللہ پتر! اللہ تیری زبان مبارک کرے، اچھا چل اب کچھ کھا پی لے، تو صبح سے بھوکی پیاسی گھر سے

نکلی ہے، سالار اور امینہ، زہرہ کا تو کچھ پتا نہیں ہے کہ کتنی دیر میں واپسی آئیں، تو کب تک اُن کے انتظار میں بھوکی بیٹھی رہے گی۔"

"نہیں بی بی جان! میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں یہاں آ کر اور اب اُن سب سے ملنے کیلئے بے تاب ہوں، کھانا ان سب کے ساتھ ہی کھاؤں گی ورنہ وہ لوگ کیا سوچیں گے کہ کتنی بے صبری لڑکی ہے، میزبان کے بغیر ہی کھانا کھا لیا، مجھے شرمندگی محسوس ہوگی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو بی بی جان نے خوش ہو کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"جیتی رہو میرے حسن کی نشانی سدا سکھی رہو، چل اندر میں سالار کو فون کر کے کہتی ہوں کہ جلدی گھر آ جائے، کوئی کھانے پہ اس کا انتظار کر رہا ہے۔

"اُن کو میرا نہ بتایئے گا بی بی جان! میں ان سب کو سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر راہداری سے گزرتے ہوئے بولی۔

"اچھا نہیں بتاتی۔" بی بی جان اس کی بات پر ہنس پڑیں۔

"بس وہ لوگ راستے میں ہیں، دس بارہ منٹ میں پہنچ جائیں گے، میں شریفن سے کہتی ہوں کھانا گرم کرے اور اُن کے آتے ہی دستر خوان لگا دے، بلکہ آج میز پر لگواتی ہوں، تجھے تو زمین پر بیٹھ کر کھانے کی عادت نہیں ہوگی نا، شہر میں تو میز پر کھانا لگتا ہے۔" بی بی جان نے سالار سے فون پر بات کرنے کے بعد روحا سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔

سفید ٹراؤزر پر بے بی پنک کلر کی ٹی شرٹ پہنے اپنے سیاہ سلکی بالوں کو اس نے کھلا چھوڑ رکھا تھا، فرنٹ سے بال کٹے ہوئے تھے جو اسے اور بھی کم عمر ظاہر کر رہے تھے، اس کی پشت پر لہراتے لمبے سیاہ بال اس کے سادہ اور معصوم حسن کو چار چاند لگائے رکھتے تھے اور اسے اپنے یہ لمبے بال بہت پسند تھے، حالانکہ مما کئی بار اسے کہہ چکی تھیں کہ بال کٹوا لے، باب کٹ رکھ لے، شولڈر کٹ کرا لے مگر وہ کہتی۔

"مما! عورت کا آدھا حسن اس کے لمبے، گھنے، خوبصورت بالوں میں ہوتا ہے، اس لئے میں کٹنگ نہیں کرواؤں گی۔" اور مما نے تھک ہار کے کہنا ہی چھوڑ دیا تھا اب۔

"بی بی جان! زہرہ نے تعلیم حاصل کی ہے کیا؟"

''ہاں سالار نے اسے پڑھایا تو خوب دل لگا کے ہے، بارہ جماعتیں پاس کر لی ہیں اب آگے بھی پڑھ رہی ہے، تم سے دو سال چھوٹی ہے زہرہ۔'' بی بی جان نے اپنی پوتی زہرہ کے متعلق اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''ہوں...... گریٹ، پھر تو مزا آئے گا اس سے مل کر۔'' وہ خوش ہو کر بولی، اس وقت حویلی کے بڑے سے گیٹ پر گاڑی کے ہارن کی گونج سنائی دی۔

''لے آ گئے تیرے تائے کے بیوی، بچے۔'' بی بی جان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کہاں چلیں؟''

''میں شریفن کو کہہ دوں، کھانا لگا دے، ابھی آئی۔''

''او کے۔'' وہ ان کو جاتا دیکھ کر خود بھاگتی ہوئی باہر آ گئی۔

''جیپ رُک چکی تھی، ڈرائیونگ سیٹ پر سالار حسین موجود تھا، اس کی نظر روحا پر پڑ چکی تھی اور اس کی آنکھوں میں حیرت اور ناگواری کا تاثر ابھر آیا تھا، حیرت اپنے گھر میں ایک انجان لڑکی کو دیکھ کر ہوئی تھی اور ناگواریت اس کے لباس کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ وہ بلاشبہ حسین اور جاذب نظر تھی مگر سالار حسین پر اس کا پہلا تاثر کچھ اچھا نہیں پڑا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر جیپ سے نیچے اتر گیا، امینہ، سالار کی والدہ اور زہرہ بھی جیپ سے اتر آئیں، وہ دونوں سر سے پاؤں تلک بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی تھیں، روحا اپنی خوشی اور جوش میں سالار کی غصے سے سرخ ہوتی صورت نہیں دیکھ سکی تھی۔

''ہیلو آنٹی، ہیلو زہرہ۔'' روحا اُن کی جانب بڑھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی، وہ حیرت سے اسے تک رہی تھیں۔

''آپ کون ہیں بیٹا؟'' امینہ نے نرمی سے پوچھا۔

''آنٹی! آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔''

''نہیں پہچانا اسی لئے پوچھا ہے محترمہ۔'' سالار نے سخت لہجے میں کہا۔

''او ہائے سالار! میں روحا ہوں، روحا حسن، حسن احمد اور زوہا حسن کی بیٹی۔'' روحا نے مصافحے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تو سالار کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''او آئی سی، زوہا حسن کی بیٹی ایسی ہی بے باک اور آزاد خیال ہو سکتی ہے، پہننے، اوڑھنے اور ملنے ملانے کے آداب و انداز سے ناواقف، مادر پدر آزاد ماں کی ویسی ہی بیٹی، مائی فٹ۔'' سالار حسین نے بے حد ناگواریت اور غصے سے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اے مسٹر! آپ کو میری مام کی انسلٹ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' روحا نے غصے سے تپ کر کہا، اس توہین پر وہ روح تک سلگ کر رہ گئی تھی۔

''مجھے آپ کی مام کی عزت کرنے کا بھی کوئی شوق نہیں ہے سمجھیں۔'' وہ دانت پیستا ہوا آنکھوں سے انگارے برساتا ہوا بولا۔

''سالار بیٹا! بری بات ہے، روحا ہماری مہمان ہے اور......''

''بے جی! آپ کریں اس کی مہمانداری، مجھ سے کوئی توقع مت رکھیے گا کہ میں اس لڑکی کی آؤ بھگت کروں گا۔'' وہ غصیلے اور نفرت بھرے لہجے میں بولتا ہوا آگے بڑھا تو بی جان کا صدمے سے سفید ہوتا چہرہ اس کے سامنے تھا، وہ نظریں چرا گیا۔ امینہ اور زہرہ الگ اپنی جگہ شرمندہ سی کھڑی تھیں اور وہ جو بہت مان اور محبت و مسرت سے اُن سب سے ملنے آئی تھی اسے ایسا لگا کہ جیسے بھری محفل میں اسے بے لباس کر دیا گیا ہو، جیسے بیچ بازار اس کی عزت کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہوں۔

''معاف کرنا بیٹی! سالار ذرا غصے کا تیز ہے، دل کا بُرا نہیں ہے کسی وجہ سے پریشان تھا بدقسمتی سے سارا غصہ تم پر نکل گیا۔'' امینہ نے اپنی شرمندگی مٹانے کو اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بات بناتے ہوئے کہا تو وہ بھی جبراً مُسکراتے ہوئے بولی۔

''اٹس او کے آنٹی! آپ لوگ تھک گئیں ہوں گی سفر سے آئی ہیں، پلیز ریسٹ کیجئے، آئی ایم فائن۔''

''ارے بیٹی! ہم تو شہر شاپنگ کیلئے گئے تھے، تھکن کیسی؟ آؤ اندر چلو یہاں تو بہت گرمی ہے۔'' امینہ نے روحا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے نرمی سے کہا، زہرہ بھی اُن کے ساتھ چلتی ہوئی اندر آ گئی۔

''تم سب منہ ہاتھ دھو لو میں نے کھانا لگوا دیا ہے۔''

''بی بی جان! آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا، ساڑھے تین بج رہے ہیں۔'' سالار نے حیران ہو کر کہا۔

''پتر! میں نے تو ظہر کی نماز پڑھتے ہی کھا لیا تھا پر تم سب تو کھاؤ گے نا۔''

''ہم نے تو شہر میں ہی کھا لیا تھا۔'' سالار نے بتایا تو روحا مزید شرمندہ ہو گئی۔

''جی بی بی جان! بھایا نے بہت اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلایا ہے ہمیں۔'' زہرہ نے خوشی سے مسکراتے ہوئے بتایا۔

روحا کو اس وقت اپنا آپ مس فٹ محسوس ہو رہا تھا، وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی، وہ جو یہاں بہت سے دن رہنے کا سوچ کر آئی تھی اب ایک سیکنڈ بھی یہاں رُکنا نہیں چاہتی تھی۔

''روحا نے تم سب کے انتظار میں اب تک کھانا نہیں کھایا۔'' بی بی جان نے بتایا تو سالار نے بس ایک نگاہ غلط اس کے چہرے پر ڈالی تھی، امینہ اور زہرہ باقاعدہ شرمندہ ہو گئیں تھیں۔

''روحا بیٹی! چلو تم تو کھانا کھا لو۔'' امینہ نے کہا۔

''تھینک یو آنٹی! میں تھک گئی ہوں آرام کرنا چاہتی ہوں، بی بی جان نے مجھے میرا کمرہ دکھا دیا تھا، میں اب سوؤں گی کچھ دیر، سی یو۔'' روحا نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے وہاں سے نکلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

''سالار پتر! تو نے چنگا (اچھا) نہیں کیا اس کے ساتھ، وہ بے چاری صبح ناشتہ کے بغیر ادھر کیلئے روانہ ہو گئی تھی، میں نے کھانا کھلانا چاہا تو بولی وہ سب آ جائیں گے تو ان کے ساتھ ہی کھاؤں گی اور تو نے اس معصوم کو آتے ہی بے عزت کر دیا...... نہ مجھے بتا وہ جیسی بھی ہے اس میں اس بے چاری کا کیا قصور ہے، جیسا ماحول، تربیت اسے ملی ہے وہ ویسی ہی بنتی نا...... اور وہ تو بہت معصوم ہے کیسی خوش تھی وہ تم سب سے ملنے کے خیال سے پر تو نے تو اس معصوم کا دل ہی توڑ دیا...... اب وہ بھوکی سوئے گی...... یہ تو ہماری حویلی کی روایت نہیں ہے، ہم تو بھوکے کو کھانا کھلا کے بھیجتے ہیں اور تو نے اپنے گھر آئی مہمان کو......''

''بی بی جان! مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ بھوکی بیٹھی ہے ہمارے انتظار میں، آپ کھلا دیں اُسے کھانا، ویسے بھی جب بھوک لگے گی خود ہی کچن کا رُخ کر لے گی، دیکھا نہیں تھا آپ نے کتنی آزاد خیال ہے، ایسے گھوم پھر رہی تھی اس حویلی میں جیسے اس کے باپ کی ہو۔'' وہ غصے سے بولا۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے، یہ حویلی جتنی تیرے باپ کی ہے اتنی ہی اس کے باپ کی بھی ہے، سنا تو نے۔"

بی بی جان نے کہا تو وہ سر جھٹکتا اپنے کمرے میں چلا گیا اور روحا، وہ تو وہیں دروازے کے باہر کھڑی تھی، اب تک ان کی باتیں سن رہی تھی اور اب کمرے میں آکر بے سدھ سی ہو کر بستر پر ڈھے گئی تھی، آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے، وہ اس توہین اور بے عزتی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، بھوک اور تھکن تو پہلے ہی اس پر حاوی تھیں روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

☆......☆......☆

"نور حویلی" نور بی بی یعنی بی بی جان کے نام سے مشہور تھی، احمد علی بی بی جان کے شوہر تھے، زمیندار تھے، شہر میں ایک فلور مل اور شوگر مل بھی تھی، حسن اور حسین ان کے بیٹے تھے، دونوں کو انہوں نے شہر میں اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ حسین کی شادی خاندان میں ہی نور بی بی کی بھانجی امینہ سے کردی گئی۔ حسن اپنی کلاس فیلو زوہا کو پسند کرتے تھے، زوہا کو کسی امیر زادے کی تلاش تھی، یونیورسٹی ٹرپ کے ساتھ زوہا ایک بار حسن کے گاؤں آئی تھی اور ان کی عالیشان حویلی، نوکروں کی فوج، آموں کے باغات، زمینیں اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر دنگ رہ گئی اور حسن سے دوستی مزید گہری کرتی چلی گئی اور بالآخر حسن کو بھی زوہا سے محبت ہوگئی۔ زوہا کو حسن سے زیادہ اُن کی دھن دولت میں دلچسپی تھی، دولت کی محبت نے حسن سے محبت کرنے پر مجبور کردیا تھا اور وہ مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی ہونے کے باوجود اپنے حسن اور اداؤں سے اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگئی۔ بی بی جان اور احمد علی نے تھوڑا اعتراض کیا تھا کہ شہر کی لڑکی گاؤں کے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہوسکے گی مگر زوہا نے حسن کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس کی خاطر خود کو اس ماحول میں ڈھال لے گی لہٰذا حسن نے بی بی جان اور احمد کو بھی قائل کرلیا۔ یوں ان کی شادی ہوگئی، بمشکل ایک ماہ زوہا حویلی میں رہی تھی پھر اس نے حسن کو شہر سیٹل ہونے پر آمادہ کرلیا تھا۔ احمد علی نے معاملے کو ہوا دینا مناسب نہ سمجھا اور شہر میں فلور مل اور شوگر مل کی نگرانی کا کام حسن احمد کے سپرد کردیا۔ یہ معقول بہانہ اور جواز تھا حسن احمد کے شہر سیٹ ہونے کا، سو وہ ہنسی خوشی شہر سیٹ ہوگئے۔ حسین احمد اور امینہ کے ہاں پہلے سالار اور پھر آٹھ سال بعد زہرہ نے جنم لیا تھا۔ حسن اور زوہا کے ہاں شادی کے پہلے سال احد کی پیدائش کے چار سال بعد روحا پیدا ہوئی۔ گاؤں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ احمد علی کی وفات کے بعد زوہا نے اپنا اور اپنے بچوں کا حویلی جانا جیسے ممنوع قرار

دے دیا تھا۔ حسن اپنی بیوی کی بدزبانی سے بہت خائف تھے، انہیں جلد ہی احساس ہوگیا تھا کہ زوہا نے ان سے دولت مند بننے کی غرض سے شادی کی تھی، محبت تو وقتی ابال تھا، اب وہ پیسہ ہاتھ لگتے ہی نجانے اپنی کون کون سی محرومیوں، خواہشوں اور تمناؤں کی تکمیل کر رہی تھیں۔ نت نئے فیشن، پارٹیز، خود ساختہ مصروفیات میں گم ہو کر گھر اور بچوں سے غافل ہوگئیں۔ احد بھی تعلیم سے زیادہ دوستوں میں مگن رہتا۔ روحا چونکہ حسن سے زیادہ اٹیچڈ تھی اس لئے تعلیمی میدان میں اُن کی حوصلہ افزائی اور اپنی ذہانت اور محنت کی وجہ سے ہمیشہ شاندار گریڈز حاصل کیے تھے۔ حسن نے ایک گارمنٹ فیکٹری بنالی تھی اسی سلسلے میں وہ لندن بھی آتے جاتے رہتے تھے۔ سالار حسین نے زراعت میں ایم اے کیا تھا۔

حسین احمد ایک بار شہر حسن سے ملنے گئے تھے، سالار بھی ساتھ تھا، انہوں نے فلور مل اور شوگر مل کے حساب کتاب چیک کرنے اور کچھ رقم ہر مہینے بی بی جان کو بھجوانے کی بات کی تو حسن کی بجائے زوہا نے بہت رعونت اور کرختگی سے جواب دیا تھا۔

’’شوگر مل اور فلور مل پر آپ لوگوں کا اب کوئی حق نہیں ہے، برسوں سے حسن ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں، بابا جان نے خود کہا تھا کہ دونوں ملز حسن کی ہیں...... محنت حسن کی ہے تو ظاہر ہے کہ ملز بھی حسن کی ہوئیں ناں...... اس پر تو آپ کوئی بات نہ کیجئے، ہاں بات ہوسکتی ہے حویلی اور گاؤں والی زمینوں میں حسن کے شیئر کی...... حسن کا جو بھی حصہ بنتا ہے آپ شرافت سے خود ہی دے دیجئے ورنہ ہم کورٹ میں جانے پر مجبور ہوں گے۔‘‘

’’زوہا! یہ کیا بکواس کر رہی ہو، خاموش رہو تم۔‘‘ حسن غصیلے لہجے میں بولے تھے۔

’’کیوں خاموش رہوں، حق ہے آپ کا۔‘‘ وہ اترائیں۔

’’بھابی! فلور مل اور شوگر مل کو گندم اور گنا ہم فراہم کرتے ہیں اپنے گھر کا بزنس سمجھ کر، اگر نہ فراہم کریں تو اس کیلئے حسن کو کہیں اور سے بندوبست کرنا پڑے گا اور میں بھی کوئی اور آدمی ڈھونڈ لوں گا۔‘‘ حسین نے سنجیدگی سے کہا تھا مگر ان کا دل بھاوج کے اس رویے اور باتوں نے پاش پاش کر دیا تھا۔

’’تو حسن بھی کہیں اور سے مال خرید لیں گے۔‘‘ زوہا نے بے نیازی سے جواب دیا۔

’’زوہا بیگم! تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، تم جاؤ اندر، مجھے بھائی جان سے بات کرنے دو۔‘‘ حسن نے

خفت وخجالت سے چیخ کر کہا تو وہ بولیں۔

''بات تو میں نے کر لی ہے بھائی جان سے، اب تو عمل کرنا باقی ہے، حویلی اور گاؤں والی زمینوں میں آپ کا جو بھی حصہ ہے وہ تو بھائی جان کو دینا ہی ہوگا ورنہ......''

''ورنہ کیا؟'' حسین احمد دل تھام کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے، ساتھ ہی سالار بھی ان کا بازو پکڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہم عدالت سے رجوع کریں گے۔'' زوہا نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''حسن! یہ میں کیا سن رہا ہوں......تم......تمہاری......بیوی......ہم......بھائیوں کے بیچ دراڑیں......ڈال رہی ہے۔''

''بھائی جان! کیا ہوا؟'' حسن نے حسین احمد کو دل مسلتے دیکھا تو دوڑ کر قریب آئے۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا بھائی جان! یہ عورت تو پاگل ہے، دولت کی دوڑ میں اندھی ہوگئی ہے، میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی زوہا سے شادی کرنا۔'' حسن نے انہیں سنبھالتے ہوئے کہا تو زوہا چلانے لگی۔

''ہاں ہاں......سب سے بڑی غلطی ہوں تو چھوڑ دو مجھے، دے دو طلاق......سنبھال لینا اپنی اولاد کو خود ہی۔''

''شٹ اپ، خاموش ہو جاؤ جاہل عورت۔'' حسن نے غصے سے چیخ کر کہا تو حسین نے بمشکل کہا۔

''حسن، نہ......میرے بھائی۔''

''بابا جان! چلیں ڈاکٹر کے پاس، چچی گندی ہیں۔'' سالار تقریباً روتے ہوئے بولا تھا اور حسن اور سالار انہیں ہاسپٹل لے گئے مگر دل کا دورہ اتنا شدید تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے، بھائی کی موت نے حسن کو بیوی سے متنفر کر دیا تھا اور سالار کو زوہا تو اپنے باپ کی موت کا ذمے دار سمجھتا تھا، قاتل کہتا تھا اپنے باپ کی زندگی کا، اسی لئے زوہا سے شدید نفرت کرتا تھا اور یہ نفرت غصہ بن کر اس کے وجود کا حصہ بن گئی تھی......اور یہی نفرت تھی جو اس نے آج روحا پر انڈیلی تھی کیونکہ وہ اس عورت کی بیٹی تھی جس کی تلخ اور توہین آمیز باتوں نے اس کے پیارے بابا جان کی جان لے لی تھی، اسے باپ کی شفقت سے محروم کر دیا تھا، اسے یتیم کر دیا تھا، کھلے آسمان تلے جلتی دھوپ میں لاکھڑا کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ کم عمری میں ہی اسے اپنی ذمے داریوں کا احساس بھی ہوگیا تھا۔ اس نے ماں،

بہن اور دادی سب کو تسلی، دلاسہ اور حوصلہ دے کر سنبھالا تھا، اپنا دکھ اور غم اپنے غصے میں سمو دیا تھا، اس کے غصے سے سبھی ڈرتے تھے۔ ایک بی بی جان کی بات وہ سنتا، مانتا تھا۔ ماں کی جوانی میں بیوگی کا گھاؤ بھی کبھی کبھی اسے بہت اذیت میں مبتلا کر دیتا تھا، وہ اسی لئے اتنا پتھر دل اور سخت ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

رات کے کھانے پر بھی روحا موجود نہیں تھی، زہرہ اس کے کمرے میں گئی تھی اسے بلانے کیلئے مگر اسے گہری نیند میں دیکھ کر واپس آ گئی۔ بی بی جان کو اس کے کھانا نہ کھا سکنے کا افسوس ہوتا رہا۔

''بہت برا کیا تو نے پتر سالار! اب وہ بھوکی رہے گی۔'' بی بی جان نے سالار سے شکوہ کناں لہجے میں کہا تو وہ بے پرواہی سے بولا تھا۔

''وہ سو رہی ہے بی بی جان یا پھر نخرے دکھا رہی ہو گی کہ کوئی اسے منانے، بلانے آئے...... یہ ایسی ہی ہوتی ہیں بگڑی! امیر زادیاں...... اور جس ماں کی وہ بیٹی ہے اس میں ناز نخرے نہیں ہوں گے اور کس میں ہوں گے؟''

''سالار پتر! وہ ایسی نہیں ہے۔''

''بی بی جان! آپ کی تو پوتی ہے نا اور برسوں بعد آئی ہے آپ کے گھر تو آپ کو تو وہ اچھی ہی لگے گی نا۔'' وہ رُکھائی سے بولا تو وہ تاسف سے اسے دیکھتی نفی میں سر ہلاتی رہ گئیں۔

☆......☆......☆

فجر کی اذان ہو رہی تھی جب روحا کی آنکھ کھلی، پہلے تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کہاں ہے، کچھ دیر یونہی لیٹی اذان سنتی رہی پھر اسے کل کا پورا دن اور ہر بات، ہر واقعہ، ہر چہرہ یاد آ گیا، ساتھ ہی سالار حسین کا ہتک آمیز رویہ بھی اسے پھر سے بے چین کر گیا۔

''اوہ...... تو میں کل شام سے اب تک سوتی رہی ہوں، یہ سفر کی تھکن تھی یا...... کچھ اور...... اور کسی نے مجھے جگایا تک نہیں۔ ایک مہمان لڑکی اتنی بڑی حویلی میں بھوکی پیاسی پڑی ہے کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہے، سالار کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے، مجھے واپس چلے جانا چاہیے لیکن وہاں وہ وکی ہو گا مجھے تنگ کرنے کیلئے اور مما...... وہ میرے اس طرح ایک دن بعد ہی واپس آ جانے پر سو باتیں بنائیں گی، پاپا کے گھر والوں کو اور بُرا کہیں گی...... وہ

تو پہلے ہی بی بی جان لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتیں...... پتا نہیں انہوں نے مجھے یہاں بھیج کیسے دیا...... میں تو پاپا کو بی بی جان کے پاس واپس لانا چاہتی ہوں، اگر میں خود ہی ڈر کر ہمت ہار کر واپس چلی گئی تو ایسا کیسے ممکن ہو سکے گا اور بی بی جان کو میرے یہاں آنے سے...... پاپا سے ملنے کی اُمید بندھ گئی ہے اور اُمید ٹوٹ جائے گی...... نہیں میں بی بی جان کی اُمید ٹوٹنے نہیں دوں گی، سالار حسین کی کڑوی کسیلی باتیں مجھے بی بی جان کی خاطر سننا اور سہنا ہوں گی۔" روحا نے لیٹے لیٹے اپنے دل میں سوچا۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر۔" اذان کی آواز اس نے اس وقت بہت عرصے بعد سنی تھی اور اسے بہت اچھا لگ رہا تھا، شاید اتنی صبح وہ پہلے کبھی جاگی ہی نہیں تھی۔ گھر میں نماز روزے کا رواج یا عادت و اہتمام ہی نہیں دیکھا تھا اس نے، ہاں پاپا عید بکرا عید پر نماز پڑھنے عید گاہ چلے جاتے تھے۔ گویا سارے سال کی قضا نمازوں کی ادائیگی کر آئے ہوں...... مما کی صبح تو دن کے بارہ بجے ہوتی تھی، پاپا نو بجے تک بیدار ہوتے، تیار ہو کر ناشتہ کرتے اور مل یا فیکٹری چلے جاتے۔ احد اکثر کالج سے چھٹیاں کیا کرتا یا لیٹ جاتا تھا۔ پاپا ہی اسے ڈانٹتے رہتے تھے تبھی جیسے تیسے اس نے بی سی ایس کر لیا تھا اور کمپیوٹر اور دوستوں میں سارا وقت مصروف رہتا تھا۔

روحا نے بستر چھوڑ دیا، واش روم ساتھ ہی تھا، گاؤں تھا مگر حویلی اندر سے ہر سہولت سے آراستہ تھی، واش روم بھی جدید طرز کے بنے ہوئے تھے، اس نے اپنے سوٹ کیس میں سے اپنا ایک جینز شرٹ کا ڈریس نکالا اور واش روم میں گھس گئی، نہا کر تیار ہوئی تو اسے بھوک کا بہت شدت سے احساس ہوا، اس نے اپنی ریسٹ واچ اٹھا کر دیکھا صبح کے سوا پانچ بج رہے تھے اور ناشتے میں یقیناً بہت دیر تھی ابھی۔ اچانک اسے یاد آیا کہ اس کے شولڈر بیگ میں چپس اور جوس کا ڈبہ موجود ہے۔ اس نے تیزی سے لپک کر سائیڈ ٹیبل پر سے اپنا شولڈر بیگ اٹھایا، زپ کھولی تو جوس کا پیک، چپس اور بسکٹ کا پیکٹ جو آدھا تھا موجود تھے۔

"تھینکس گاڈ! کچھ تو سہارا ہوگا۔" روحا نے پیکٹ کھولتے ہوئے تشکر سے کہا۔ بسکٹ، چپس کھانے اور جوس پینے کے بعد اس کی طبیعت میں تازگی آ گئی تھی۔ وہ اپنے بال ہیئر بینڈ میں مقید کر کے کمرے سے باہر نکل آئی، بی بی جان کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تو آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ بی بی جان مصلے پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، روحا پر نظر پڑی تو وہ دھیرے سے مسکرا دیں۔

''سلام بی بی جان!'' روحا نے آہستہ سے سلام کیا۔تو انہوں نے سر ہلا کر جواب دیا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا۔وہ ان کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل نیچے بچھی دری پر بیٹھ گئی، بی بی جان نے اس پر کچھ پڑھ کر پھونک دیا اور اس کی روشن پیشانی چوم کر بولیں۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہ سدا سکھی رہ، اُٹھ گئی میری شہزادی۔''

''جی۔'' وہ مسکرا دی۔

''خوب نیند پوری کی تو نے اور ماشاء اللہ نہا دھو کے تیار بھی ہو گئی اتنی سویرے، اچھا کیا صبح اٹھنا بہت اچھا ہوتا ہے۔''

''بی بی جان! آپ ہر روز اتنی جلدی جاگتی ہیں۔''

''ہاں میری سوہنی! یہ بتا ناشتے میں کیا کھائے گی تو، کل سے بھوکی ہے رات بھی سوئی ہوئی تھی کھانا نہیں کھایا......معاف کرنا پتر! سالار غصے کا تیز ہے اس کی وجہ سے......''

''چھوڑیں بی بی جان! صبح صبح میں اُن کا ذکر نہیں کرنا اور سننا چاہتی۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

''ناراض ہے۔''

''نہیں بی بی جان! ہر انسان کو اپنی سوچ، فطرت، عادت اور مزاج کے مطابق کچھ بھی کہنے اور کرنے کا حق حاصل ہے، اچھا یا بُرا کچھ بھی۔وہ جیسے ہیں یہ اُن کا مزاج ہے اور میرا اُن سے کیا لینا دینا......اُن کے اور میرے گھر کے ماحول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تھی، اسی وقت سالار کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

''ماحول کا فرق ہے محترمہ! لیکن مذہب تو ایک ہی ہے نا، اس کی تعلیم تو ایک ہی ہے۔''

''جی ہاں اور اُسی مذہب نے گھر آئے مہمان کی عزت و تکریم کرنے کی تعلیم بھی دی ہے مسٹر سالار حسین، یہ بات شاید آپ بھول رہے ہیں یا شاید آپ کے ماحول نے آپ کو ایک مہمان لڑکی کی عزت کرنا نہیں سکھائی۔'' روحا نے جرأت کر کے اس کے روبرو ہو کر کہا۔

''شٹ اپ۔'' وہ چلایا، بی بی جان کا دل لرز اٹھا۔

”کیوں سچ کڑوا لگا ناں، قول وفعل میں تضاد رکھنے والے دوسروں کو مذہب کی تعلیم دیتے ہوئے احمق اور منافق لگتے ہیں۔“

”تم۔“ سالار کو کبھی کسی نے آگے سے جواب دے کر اس طرح سے لاجواب نہیں کیا تھا، وہ مارے غصے کے کچھ بول ہی نہ سکا۔ اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں، روحا اس کی بے بسی پر مسکرا دی۔

”یہ تم صبح سویرے کیا بحث لے کر بیٹھ گئے، روحا چل میری دھی میں تجھے کچھ کھلاتی ہوں۔“ بی بی جان نے گھبرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”بی بی جان! مجھے نہیں انہیں کچھ کھلائیں جو ہر وقت غصہ اور گرمی ہی کھاتے رہتے ہیں...... مجھ میں بھوک برداشت کرنے کی سکت ہے۔“ روحا نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سالار کو طنزیہ نظروں سے دیکھتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

”بی بی جان! یہ کیوں آئی ہے یہاں رہنے، یہاں سے چلتا کریں۔“ سالار نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے ان سے کہا۔

”جھلا نہ بن، یہ اس کے دادا، دادی، باپ، تایا کا گھر ہے، اسے یہاں آنے کے واسطے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہے، اتنے برسوں بعد تو آئی ہے وہ یہاں، میں کیسے اس سے کہہ دوں کہ واپس چلی جائے...... اور تو ایک بالشت بھر کی لڑکی سے گھبرا گیا ہے، وہ شہری لڑکی ہے معصوم ہے پر حق سچ بولنے کا حوصلہ رکھتی ہے، تیرا غصہ بھی اسے صحیح بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔“

”دیکھ لوں گا کیسے میرے سامنے زبان چلاتی ہے، یہ شہر نہیں ہے یہاں اسے یہیں کے طور طریقوں کے مطابق رہنا ہوگا۔“ وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

”سالار پتر! بس بہت ہو گیا، خبردار جو تو نے اب اس معصوم کو کچھ بولا ہو۔“ بی بی جان نے تنبیہی انداز میں کہا۔

”مائی فٹ۔“ وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆......☆......☆

ڈائننگ ہال میں سب موجود تھے۔ سالار بھی آ گیا تھا، روحا کو دیکھ کر اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی تھی، چھ فٹ کا کسرتی بدن، سفید رنگت اور دلکش نقوش والا کلین شیو چہرہ لیے آسمانی رنگ کے کرتا شلوار میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

''اتنی چارمنگ پرسنیلٹی پر اتنا غصہ، توبہ یہ تو ہر وقت انگارے چباتے رہتے ہیں یا شاید مرچیں۔'' روحا نے اس کا بغور جائزہ لے کر دل میں کہا۔

''بھایا کا جائزہ لے لیا ہو تو ناشتہ شروع کرو۔'' زہرہ نے اس کی آنکھوں کی چوری پکڑتے ہوئے شوخی سے مسکرا کر کہا، سالار نے زہرہ کی بات سن لی تھی اور مزید غصہ اس کی آنکھوں میں آسمایا تھا۔ روحا کو وہ آزاد خیال اور لڑکوں سے دوستی کرنے والی بے باک لڑکی سمجھتا تھا۔

''واہ بی بی جان! آپ نے تو بہت زبردست اہتمام کر ڈالا ناشتے کا۔'' روحا نے مسکراتے ہوئے پراٹھا اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''تو پیٹ بھر کے کھا، کل سے کچھ نہیں کھایا تو نے۔'' بی بی جان نے مسکراتے ہوئے کہا تو امینہ نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''یہ دیسی گھی کے پراٹھے ہیں، میں نے اپنی بیٹی کیلئے خود پکائے ہیں۔''

''تھینک یو آنٹی، یو آر سو نائس، آئی مین آپ بہت اچھی ہیں۔'' روحا نے نوالہ توڑتے ہوئے خوشی سے کہا تو سالار تپ کر بولا۔

''اتنی انگریزی آتی ہے بے جی کو۔''

''گریٹ۔'' وہ مسکرائی۔

''روحا! تم تو ڈبل روٹی انڈے کا ناشتہ ہی کرتی ہو گی نا۔'' زہرہ نے کہا۔

''نہیں، میں پراٹھا بھی اکثر شوق سے بنوا کے کھاتی ہوں۔''

''تم ڈائٹنگ نہیں کرتیں؟'' زہرہ اس کے سلم اسمارٹ جسم کو حیرت سے دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔

''نہیں، ہاں کل سارا دن ڈائٹنگ کی ہے پہلی بار۔'' روحا نے سالار کو دیکھتے ہوئے کچھ جتانے والے انداز

میں جواب دیا مگر وہ جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور بڑے مصروف انداز میں ناشتہ کرتا رہا جبکہ وہ دونوں ماں بیٹی شرمندہ سی ہو گئیں تھیں۔

''سالار پتر! آج روحا کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔'' بی بی جان نے سالار سے کہا تو وہ اس پر ایک ترچھی نگاہ ڈال کر ان سے پوچھنے لگا۔

''کیوں یہ میرے ساتھ جا کر کیا کرے گی؟''

''ہل چلائے گی اور کیا کرے گی۔'' بی بی جان نے برا مناتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے اپنی زمینیں دیکھ لے گی، اسے اپنے کھیت اور آموں کے باغات دکھانا۔''

''بی بی جان! یہ کسی دوسرے سیارے سے آئی ہیں کیا؟ انہوں نے کبھی کھیت، کھلیان اور باغات نہیں دیکھے کیا؟''

''رہنے دیں بی بی جان! میں خود چلی جاؤں گی، آپ انہیں کیوں زحمت دے رہی ہیں۔'' روحا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سالار اسے کچھ سخت جواب دینا چاہتا تھا مگر بی بی جان کی وجہ سے خاموش رہا اور کرسی کھسکا کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

''تو کھا دھیئے (بیٹی) اس کی کسی بات کا برا نہ منانا، یہ ذرا اکھڑا ہے، غصے والا ہے اور ضدی بھی، پر دل کا بادشاہ ہے، بہت سوہنا ہے میرا سالار پتر، اللہ اسے حیاتی (زندگی) دے خوشیاں دکھائے۔'' بی بی جان نے مسکراتے ہوئے روحا کے سامنے اس کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا تو ان تینوں نے آمین کہا۔

☆......☆......☆

سالار حسین کے ڈیرے پر گاؤں کے کسان، کاشتکار جمع تھے۔

''سائیں! سورج مکھی کی فصل تیار ہے، حکم ہو تو کٹائی شروع کر دیں۔'' کاشتکار نے سالار سے صلاح مانگی۔

''دیکھو بخشو! اگر فصل مکمل پک گئی ہے تب کٹائی کرنا پہلے مت کرنا اور پھولوں کو کاٹ کر ڈھیر کی شکل میں مت رکھ دینا، دو تین دن دھوپ لگوا کر کمبائن ہارویسٹر سورج مکھی کے تھریشر سے گہائی کرنا، سمجھے۔''

''جی سائیں! سمجھ گیا، بڑی مہربانی سائیں، اللہ آپ کو خوش رکھے۔'' کاشتکار بخشو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''واہ یہ تو ماہر زراعت ہیں۔'' روحا نے متاثر ہو کر کہا۔

''چلیں بی بی! سائیں نے آپ کو دیکھ لیا تو ناراض ہو جائیں گے۔'' شگن مائی بولی۔

''کیوں؟'' روحا نے اس کے جھریوں سے بھرے چہرے کو دیکھا۔

''وہ جی سب ادھر ہی دیکھ رہے ہیں بار بار۔''

''مرد شہر کے ہوں یا گاؤں کے، لڑکی اور عورت کے معاملے میں سب ایک جیسے جاہل اور نظر باز ہوتے ہیں، ہونہہ چیپ میٹلٹی۔'' روحا نے تلخی سے کہا اور آگے بڑھ گئی، تب تک سالار کی نظر اس پر پڑ چکی تھی، وہ کاشتکاروں کو فارغ کر کے اس کے پیچھے چلا آیا اور سخت لہجے میں سوال کیا۔

''کس سے پوچھ کر حویلی سے باہر قدم رکھا ہے تم نے؟''

''کیوں آپ سے مطلب؟'' وہ بھی اکڑ کر بولی۔

''یہ تمہارا شہر نہیں ہے کہ تمہارا جب اور جہاں دل چاہا منہ اٹھا کے چل پڑیں، یہ گاؤں ہے یہاں......''

''یہاں کیا انسان نہیں بستے؟'' روحا اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''یہاں کے لوگوں کے چار ہاتھ، چھ ٹانگیں، دس آنکھیں ہیں، کون سی انوکھی مخلوق بستی ہے یہاں، سادہ مگر چالاک لوگ...... گئے وہ زمانے جب اپنے گاؤں کے لوگوں کو سیدھے سادے بھولے بھالے کہا کرتے تھے۔''

''شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔'' وہ غصے سے بولا۔

''اوکے آئی ایم گوئنگ بیک۔ میرے اس گاؤں میں آنے سے آپ کی شان آن میں فرق پڑ رہا ہے تو میں معذرت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔'' روحا نے ایکدم سے کچھ سوچ کر سپاٹ لہجے میں کہا اور اسے حیران چھوڑ کر واپسی کیلئے قدم بڑھا دیئے۔

☆......☆......☆

شام کو وہ حویلی پہنچا تو اسے غیر معمولی سناٹا سا محسوس ہوا۔ نہ بی بی جان صحن کے تخت پر براجمان تھیں، نہ بے جی اس کے انتظار میں شربت لئے موجود تھیں، نہ زہرہ موتیے کے گجرے پروتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''بے جی، زہرہ!'' اس نے صحن میں بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہوئے آواز دی، زہرہ اندر سے نکل آئی۔

''سلام بھایا۔''

''وعلیکم السلام، خیر ہے آج حویلی میں اتنی خاموشی کیوں چھائی ہے، کہاں ہیں سب لوگ؟'' اس نے میز پر رکھے شربت کو اٹھایا۔

''سب اِدھر ہی ہیں بھایا! لیکن......''

''لیکن کیا؟'' سالار نے اس کی پریشان صورت کو بغور دیکھا۔

''روحا یہاں نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ شربت پیتے ہوئے رُک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''وہ واپس چلی گئی ہے۔''

''اچھا! کب؟'' سالار نے حیران ہو کر پوچھا۔

''گھنٹہ پہلے چپکے سے نکل گئی ہیں کیونکہ جب آپ نے انہیں ڈانٹ کر بھیجا تھا تو بی بی جان اور بے جی نے انہیں روک لیا تھا، اب وہ نماز پڑھ رہی تھیں تو وہ...... چلی گئیں۔'' زہرہ نے تفصیل بتائی۔

''احمق لڑکی! اس وقت یہاں سے کون سی ٹرین جاتی ہے جو وہ نکل گئی ہے، رات کے گیارہ بجے ٹرین آئے گی وہ بھی شہر پہنچ کر، ساتھ کسے لے گئی ہے؟'' وہ غصے سے بولا۔

''وہ اکیلی آئی تھی اکیلی ہی واپس چلی گئی ہے۔'' بی بی جان نے صحن میں قدم رکھتے ہوئے کہا تو وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا...... میرے خدایا! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ سچ مچ گاؤں سے واپس چلی جائے گی۔''

''تو تو خوش ہو جا، چلی گئی وہ واپس، کیا سوچتی ہوگی بے چاری کہ ایک دن بھی ٹکنے نہ دیا اس کے تایازاد نے اسے اس کے دادا کی حویلی میں، کیا عزت رہ گئی ہماری اس کی نظر میں بول، اسے یوں بے عزت کر کے تیری اور اس حویلی کی عزت میں کون سے چار چاند لگے ہیں...... وہ تو فاصلے مٹانے آئی تھی...... حسن کو دوبارہ یہاں لانے کی اُمید لائی تھی...... پر تو نے...... تو نے تو اس معصوم کا دل ہی توڑ دیا...... روتی رہی تھی گھنٹوں وہ یہاں آ کے، کیا کہا تھا تو نے اس سے کہ واپس چلی جا۔''

بی بی جان نے بھیگتی لرزتی آواز میں ناراض لہجے میں کہا تو وہ ہونٹ بھینچ کے رہ گیا۔

''پتر جا دیکھ، وہ پیدل نکلی ہے زیادہ دور نہیں گئی ہوگی، جا میرا پتر اسے ڈھونڈ کے لے آ...... دیکھ موسم بھی خراب ہو رہا ہے، بارش برسنے والی ہے، وہ لڑکی ذات ہے اکیلی کیسے جائے گی شہر، اسے تو یہاں کے راستوں کا بھی نہیں پتا...... وہ تو ڈرائیور اسے لے آیا تھا۔'' بے جی نے اس کا بازو پکڑ کے فکرمندی سے کہا۔

''ہاں پتر! جا اسے ڈھونڈ کے لے آ، وہ مہمان تھی، ہماری ذمے داری تھی، خون ہے وہ ہمارا، اگر اسے کچھ ہو گیا، وہ اپنے گھر خیریت سے نہ پہنچ سکی تو ہم اس کے ماں باپ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ کیا جواب دیں گے ہم حسن اور زوہا کو کہ کہاں گئی ان کی دھی (بیٹی)؟'' بی بی جان نے روتے ہوئے کہا۔

''بھایا! وہ تو اتنی معصوم اور پیاری سی ہیں آپ لے آئیں ناں انہیں ڈھونڈ کے۔'' زہرہ نے بھی ہمت کر کے کہا۔

''ٹھیک ہے جاتا ہوں، آپ دعا کریں بی بی جان کہ وہ بیوقوف لڑکی مجھے مل جائے۔''

''اسے بیوقوف نہ کہہ، یہ تیری بیوقوفی اور بدتمیزی ہے جس کی وجہ سے وہ واپس چلی گئی ہے، چل جا اب، اور اس کو ساتھ لے کر آنا ورنہ میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گی سالار حسین۔'' بی بی جان نے اسے دیکھتے ہوئے غصے سے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو وہ پریشان سا جیپ میں سوار ہوا اور اس کی تلاش میں نکل گیا۔

☆......☆......☆

ہوا ایکدم ہی تیز ہو گئی تھی، موسم خوشگوار ہو گیا تھا، کالے بادلوں کی ٹولیاں آسمان پر گھومتی پھر رہی تھیں، قریب تھا کہ بارش ہو جاتی سالار بہت بے چینی کے عالم میں جیپ ڈرائیو کرتا چاروں طرف روحا کی تلاش میں نگاہ دوڑاتا جا رہا تھا کہ وہ اسے شہر جانے والی سڑک پر جاتی دکھائی دی۔ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے سوٹ کیس اس کی ڈوری سے گھسیٹتی ہوئی وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی، شاید اسے بھی موسم کی برہمی کا اندازہ ہو گیا تھا اور وہ بارش سے پہلے اس علاقے سے نکل جانا چاہتی تھی۔ نیلی جینز کی پینٹ پر لیمن کلر کی ہلکی سی کڑھائی والا کرتا پہنے، پاؤں میں جوگر پہنے وہ مگن سی جا رہی تھی جب سالار نے اپنی جیپ اس کے قریب لا کر روک دی۔ اُس نے گھبرا کر جیپ کی جانب دیکھا، سالار کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی، پل بھر کو رکی اور پھر سر جھٹک کر پھر سے چل پڑی، وہ تیزی سے جیپ سے اتر کر اس کے پاس آکر بولا۔

”چلو۔“

وہ خاموشی سے آگے چلتی رہی تو وہ چڑ کر بولا۔

”میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ چلو۔“

”چل رہی ہوں اب اور کیسے چلوں؟“ وہ اس کی جانب دیکھ کر چڑ کر بولی۔

سالار نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں، گویا بی جان صحیح کہہ رہی تھیں وہ روتی رہی تھی اس کی وجہ سے، وہ نادم سا ہو گیا۔

”میرے ساتھ چلو۔“ وہ اس کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولا۔

”مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے ساتھ چلنے کا۔“ وہ بھی رُکھائی سے بولی۔

”بی بی جان کا حکم ہے کہ میں تمہیں واپس لے کر آؤں۔“

”او.....تو آپ مجھے اُن کے کہنے اور ڈانٹنے پر لینے آئے ہیں، خود آپ کو تو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس نہیں ہوا ہوگا ناں۔“

”میں تم سے کسی بحث میں نہیں الجھنا چاہتا، تمہارا اس طرح جانا ٹھیک نہیں ہے، میں تمہاری سیٹ بک کروا دوں گا پھر چلی جانا، تم عزت ہو ہمارے خاندان کی۔“ سالار نے سنجیدگی سے کہا۔

”جانتی ہوں کتنا خیال ہے آپ کو میری عزت کا، پلیز میرا راستہ چھوڑیں مجھے واپس جانا ہے، یہی چاہتے تھے ناں آپ تو اب میں جا تو رہی ہوں، اب اور کیا چاہتے ہیں آپ؟“ وہ غصے سے سپاٹ لہجے میں بولی۔

”بہت خیال ہے تمہیں میری چاہ کا۔“ سالار نے اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا تو وہ ٹپٹا گئی۔

”جو میں چاہوں گا کہوں گا وہی کرو گی، ہاں۔“

”کیا چاہتے ہیں آپ؟“

”فی الحال یہ کہ تم میرے ساتھ واپس چلو، بیٹھو گاڑی میں ورنہ یہ کام میں خود بھی کر سکتا ہوں، اِدھر دو سامان۔“

”نہیں.....“ سالار نے آگے بڑھ کر اس کا سوٹ کیس پکڑنا چاہا وہ ایکدم سے پیچھے ہٹی تھی۔

''اوہو، اکیلی لڑکی کو دیکھ کر ہیرو بننے کی کوشش ہو رہی ہے۔'' اُسی وقت ایک کار آ کر رُکی تھی اور اس میں سے دو آوارہ قسم کے لڑکے باہر نکلے تھے اور ایک نے سالار کو روحا کے قریب دیکھ کر کہا تھا تو جہاں روحا کا دل خوفزدہ ہو کر دھڑکنے لگا تھا وہیں سالار کا خون کھولنے لگا تھا۔ وہ دونوں لڑکے گاؤں کے نہیں تھے شہر سے آ رہے تھے اور جس قدر کمینگی اُن کے انداز سے چھلک رہی تھی سالار کو روحا کی موجودگی میں مزید تاؤ دلا رہی تھی۔

''تم نے مجھ سے کچھ کہا ہے؟'' سالار نے مڑ کر ان دونوں کی جانب آ کر کہا۔

''ہاں بھئی ہیرو کون ہے یہ حور پری، کیا چکر میں نہیں آ رہی، اسی گاؤں کے لگتے ہو کوئی ٹھکانہ تو ہوگا یہاں تمہارا، کیوں نہ اسے وہاں لے چلیں، یہ ایک ہے اور ہم تین...... ننھی سی چڑیا کو قابو کرنا کون سا مشکل کام ہے، کیوں موسم بھی سہانا ہے...... خوب انجوائے کریں گے مل کر...... کیا خیال ہے؟'' دوسرے لڑکے نے روحا کو شیطانی نظروں سے دیکھتے ہوئے کمینگی سے کہا تو روحا کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی، دل بند ہونے کو ہو گیا۔

''بہت اچھا خیال ہے، آؤ پہلے تم دونوں انجوائے کرلو، میرے تو گھر کی بات ہے، آؤ بے غیرتو، کمینو۔'' سالار نے یہ کہتے ہوئے ان دونوں لڑکوں کے منہ پر باری باری زوردار مکے رسید کر دیئے، وہ اس ردعمل کیلئے تیار نہ تھے لڑکھڑا کے دور جا گرے۔

''تمہیں جرات کیسے ہوئی یہ بکواس کرنے کی، اپنا جیسا آوارہ سمجھا تھا تم نے مجھے...... اور میرے علاقے میں اپنے گھٹیا وجود لے کر داخل کیسے ہوئے تم شیطان...... تمہارا وہ حشر کروں گا میں...... کہ بھول جاؤ گے ساری آوارگی۔'' سالار انہیں بری طرح مکوں، گھونسوں اور لاتوں سے مار رہا تھا اور روحا خوفزدہ سی رونے والی ہو گئی تھی، اچانک ایک لڑکے نے اپنی پینٹ کی جیب سے پستول نکال لیا، روحا چیخ اٹھی۔

''سالار...... چھوڑ دیں...... پلیز چھوڑ دیں...... مت ماریں انہیں جانے دیں۔'' مگر سالار پر تو جیسے خون سوار تھا۔ روحا اس کی حویلی کی، خاندان کی عزت تھی یعنی اس کی عزت تھی وہ کیسے برداشت کر لیتا کہ کوئی اس کی جانب بری نظر سے دیکھے۔

''چل بھاگ ٹونی...... نکل یہاں سے۔'' لڑکے نے پٹتے ہوئے دوسرے ساتھی کا نام لے کر ہانپتے ہوئے

کہا، وہ پستول سے سالار کا نشانہ لینے کی کوشش کر رہا تھا، سالار نے جھپٹ کر اس سے پستول چھین لیا اور اس کا بازو اس بُری طرح مروڑا تھا کہ اس کی چیخیں نکل گئی تھیں۔

''مت ماریں......بس کریں......رک جاؤ وحشی۔'' روحا روتے ہوئے چلائی۔

''دفع ہو جاؤ، اگر دوبارہ تم دونوں...... مجھے اس علاقے میں......اس کے آس پاس بھی نظر آئے تو......زندہ واپس نہیں جاؤ گے، سنا تم نے۔'' سالار غصے میں بھرا ہوا چلا رہا تھا۔

''جج جی......چل سرمد تو......مروائے گا اٹھ بھاگ۔'' ٹونی نے زخمی کو اٹھاتے ہوئے کہا، دونوں زخموں سے چور بڑی مشکل سے گاڑی میں بیٹھے، گاڑی اسٹارٹ کی اور وہاں سے واپس پلٹ گئے۔ سالار نے اپنے کپڑے جھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھا جو مینہ برسا رہا تھا اور پھر روحا پر نگاہ پڑی جو خوف سے رو رہی تھی۔

''دیکھ لیا گھر سے اکیلے نکلنے کا نتیجہ۔'' سالار نے اس کے قریب آ کر کہا۔

''جوان خوبصورت اکیلی لڑکی، ویران، سنسان راستہ، خراب موسم سبھی کچھ ان کے حق میں تھا......اگر میں نہ آتا تمہارے پیچھے تو جانتی ہو کیا ہو جاتا؟''

وہ بولی کچھ نہیں بس روتے روتے اس کے کشادہ سینے میں چہرہ چھپا کر بلکنے لگی۔

''رو......حا'' سالار اس کی اس بے اختیار حرکت پر ٹھٹکا گیا۔

''اب رو کیوں رہی ہو......تم تو مجھے روک رہی تھیں نہ کہ مت ماریں انہیں......وحشی ہوں ناں میں تو...... اور اگر وہ مجھے مار جاتے تو ٹھیک تھا، ہے ناں۔'' وہ غصے کو قابو کرنے کی کوشش میں بھی اس کو سنا رہا تھا، اس پتھر کو روحا نے ہلا کے رکھ دیا تھا۔

''اللہ نہ کرے۔'' روحا نے روتے ہوئے ایکدم سے اس سے الگ ہو کر اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا، وہ دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے۔

''آپ کبھی......کچھ اچھا نہیں بول سکتے......ہمیشہ دل ہی دُکھاتے ہیں۔''

''ہاں تو کیا غلط کہا ہے بولو؟'' وہ اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔ جانے کیوں اس کے دل میں بے چینی و بے قراری سرایت کر گئی تھی۔

''آپ کب غلط کہتے ہیں...... آپ تو ہمیشہ صحیح ہی کہتے ہیں۔ غلط تو میں تھی جو...... آپ لوگوں کو...... اپنا سمجھ کر یہاں چلی آئی...... مجھے اگر پتا ہوتا...... کہ یہاں...... آپ جیسا چنگیز خان...... ہٹلر موجود ہے تو...... میں کبھی بھی یہاں نہ آتی۔'' وہ روتے ہوئے بولتی اسے بہت کچھ جتا، بتا اور سمجھا رہی تھی۔

''واٹ؟ میں چنگیز خان ہوں، ہٹلر ہوں، ہاں...... ڈیٹس ناٹ فیئر بے بی۔'' وہ نرمی سے بولتا اسے حیران کر گیا۔

''مما پاپا اگر دیکھ لیں کہ ان کی بیٹی...... کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے یہاں تو...... صدمے سے بے ہوش ہی ہو جائیں گے وہ۔'' وہ روتے ہوئے بولی تھی وہ اس کا سوٹ کیس اٹھا کر گاڑی میں رکھنے لگا۔

''تم اپنی ماں جیسی ہو ناں۔''

''جی نہیں، آپ کون سا اپنے بابا جانی جیسے ہیں، وہ تو بہت لونگ، کیئرنگ اور پولائٹ تھے...... اور آپ......''

''بولو رک کیوں گئیں؟'' وہ پتھریلے لہجے میں بولا۔

''آپ بہت بدلحاظ اور بے حس، بدتمیز ہیں۔'' روحا نے ہمت کر کے کہہ دیا۔

''شٹ اپ، بہت دیر سے تمہاری بکواس برداشت کر رہا ہوں۔'' وہ غصے سے بولا تو وہ سہم کر بولی۔

''دیکھا آپ نے فوراً میری بات کو سچ ثابت کر دیا۔''

اچانک بجلی بہت زور سے کڑکی تھی اور روحا چیخ مار کر ڈر کے درخت کے نیچے ہو گئی تھی، اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ کر سالار کی نگاہوں کے سامنے ماضی کی کتاب کا ایک ورق کھل گیا تھا۔ روحا آٹھ سال کی تھی، سالار اپنے بابا جانی کے ساتھ شہر اُن کے گھر آیا ہوا تھا موسم اچانک ہی خراب ہوا تھا بجلی کڑکنے لگی تو روحا روتی ہوئی سالار کے پاس آ گئی۔

''سالار بھائی! مجھے ڈر لگ رہا ہے، یہ بجلی میرے اوپر گر کے مجھے جلا دے گی ناں۔'' آٹھ سالہ روحا نے روتے ہوئے کہا۔

''نہیں روحا! تم سے کس نے کہا؟'' وہ اس کو چپ کراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''وہ زبیدہ کہتی ہے کہ بجلی گر جاتی ہے اور انسان جل کر کوئلہ ہو جاتا ہے۔'' اس نے اپنی میڈ کا نام لیتے ہوئے بتایا تھا۔ زوہا نے اسے اور راحد کو میڈ (آیا) کے حوالے کر دیا تھا اور اپنی ذمے داریوں سے غافل ہوئی تھیں۔

''ایسے ہی جھوٹ بولتی ہے، ڈراتی ہے تمہیں...... چپ ہو جاؤ میں ہوں ناں...... کچھ نہیں ہوگا تمہیں۔'' سالار نے اسے سمجھایا تھا۔

''آپ میرا ہاتھ پکڑے رہیں سالار بھائی جب تک مما نہیں آئیں...... آپ مجھے...... چھوڑ کے...... تو نہیں جائیں گے ناں۔''

''نہیں میں تمہارے پاس ہوں تم روؤ نہیں۔'' سالار نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تھا اور وہ مطمئن ہو کر رونا بھول گئی تھی اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی تھی۔

''مائی گاڈ! زوہا بیگم تم تو اپنی سگی اولاد کی نہ بن سکیں ہماری کیا بنتیں، کم سن بچوں کو نوکروں کے آسرے پہ چھوڑ کے کیسی مطمئن رہتی تھیں۔'' سالار نے دل میں کہا اور ڈری سہمی ہوئی روحا کے قریب آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ بری طرح چونک گئی۔

''ابھی تک ڈرتی ہو۔''

''جج...... جی۔'' وہ ناسمجھی کے عالم میں اس کی صورت تکنے لگی۔

''آؤ گاڑی میں بیٹھو شاباش۔'' وہ اسے شانوں سے تھام کر جیپ تک لایا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے بٹھانے کے بعد خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور ٹشو پیپر کے ڈبے میں سے ٹشو نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے، روحا نے ٹشو پیپر لے کر اپنا چہرہ صاف کیا۔

''انسان کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا زیب دیتا ہے۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''انسان...... انسان سے بھی تو ڈرتا ہے...... اور انسان...... انسان کو ڈراتا بھی ہے۔'' روحا نے سنجیدگی سے کہا، لہجے میں نمی موجود تھی۔

''ہاں لیکن تم اب ہر خوف اور ڈر خود سے دور کر دو۔''

''یعنی آپ کو بھی۔'' روحا نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ موبائل پر گھر کا نمبر پریس کرتے

ہوئے بولا۔

"ہاں اگر اتنا ڈراؤنا ہوں تو مجھے بھی۔"

"جی بے جی! مل گئی ہے آپ کی لاڈلی...... جی آ رہا ہوں اسے لے کر...... کچھ نہیں کہوں گا آپ کی مہمان کو......سب کو اس کی فکر ہے میرا خیال نہیں ہے۔اوکے......اللہ حافظ۔" وہ بات مکمل کر کے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھتا اسے بہت ناراض ناراض سا لگ رہا تھا۔سالار نے اس کی طرف دیکھا وہ بھیگے بالوں، بدن سے چپکی بھیگی شرٹ میں اور بھی قیامت لگ رہی تھی......وہ دانستہ نگاہ چرا گیا۔

"اپنا حلیہ درست کرو۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"مطلب۔"

"اُفوہ کیا مصیبت ہے، کچھ نہیں۔" وہ چڑ کر بولا، اب بھلا وہ گاڑی میں کیسے لباس بدل سکتی تھی۔

"میں مصیبت ہوں تو چھوڑ جائیں مجھے یہیں، ویسے بھی آپ بی جان اور اپنی بے جی کے کہنے سے آئے، تھے میرے پیچھے۔"

"اتنا بے حس اور بے مروت نہیں ہوں میں...... مجھے اندازہ ہے کہ گھر کا کیسا ماحول ہے، وہ نہ بھی کہتیں تو میں تمہیں ڈھونڈنے ضرور نکلتا۔" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا اور وہ پھر کچھ نہیں بولی۔ سالار کو خود پہ غصہ آ رہا تھا کہ وہ اسے وضاحتیں کیوں پیش کر رہا ہے۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ، اگر آج وہ نہ آتا تو وہ دونوں لڑکے نجانے کیا حشر کرتے اُس کا......وہ پھر سے کسی سے موبائل پر بات کر رہا تھا اور وہ اسے دیکھ، سن رہی تھی۔

"ہاں ہاں یہی حلیہ تھا اُن لڑکوں کا، وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے...... میں نے اچھی خاصی مرمت کی ہے ان کی، ہاں......گاڑی بھی وہی ہے......تم فوراً پیچھا کرو اُن کا، خراب موسم اور زخمی ہونے کی وجہ سے وہ قریب ہی کہیں چھپے، رُکے ہوں گے......ٹھیک ہے مجھے بتانا پھر اوکے ویلکم یار، اللہ حافظ۔"

"تھینک یو ویری مچ۔" روحا نے تشکر سے پُر لہجے میں کہا تو وہ بس ایک نظر اس کے سندر چہرے پر ڈال کر ڈرائیونگ میں مگن ہو گیا تھا۔ بارش برس رہی تھی، بادل گرج رہے تھے، بجلی بھی وقفے وقفے سے کڑکتی تھی تو وہ

سالار کی موجودگی کے سبب خود کو محفوظ کر رہی تھی۔
''کیا خیال ہے اس کڑکتی بجلی میں تمہیں کھلے آسمان تلے کھڑا کیا جائے، اس طرح تمہارا ڈر دور ہو جائے گا۔'' نجانے سالار کو کیا سوجھی ایکدم سے کہنے لگا تو وہ خائف نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔
''اتنی بری لگ رہی ہوں آپ کو تو بے شک مجھے ادھر ہی اتار دیں۔''
''مذاق کر رہا ہوں بھئی ریلیکس۔''
''آپ ایسا مذاق ہی کر سکتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی تو گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے بعد دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی، وہ اس کی خاموشی سے ڈرتی رہی۔ حویلی آ گئی تو وہ تیزی سے گاڑی سے اتری اور بھاگ کر بی جان کی شفیق بانہوں میں سما گئی، سالار خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔
رات کو وہ کھانے کی میز پر موجود نہیں تھا۔ روحا کو اس کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اور جب وہ سونے کیلئے لیٹی تو سالار کی خوشبو اس کے پورے وجود کو مہکانے لگی۔ وہ لاکھ سخت مزاج اور سنگدل سہی مگر اتنا بُرا نہیں تھا جتنا وہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا ورنہ آج جس طرح وہ اسے اُن لڑکوں سے بچا کے حفاظت سے گھر لایا تھا، اسے ڈھونڈتا رہا، اسے سمجھایا تھا، رونے پر آنسو پونچھے تھے، تحفظ کا احساس دلایا تھا، وہ ایک حساس اور خوبصورت دل رکھنے والا انسان ہی کر سکتا تھا...... روحا کا دل اس پتھر جیسے نظر آنے والے شخص کے لئے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ سالار حسین جس کے رویئے سے وہ دکھی اور دلبرداشتہ ہو کر اپنی ہتک محسوس کر کے یہاں سے واپس جا رہی تھی...... جب وہی اسے یہاں واپس لایا تھا تو اُس کیلئے اس کے جذبات کی نوعیت ہی بدل گئی تھی وہ اپنی اس دلی کیفیت پر مسکرانے لگی۔
''میں صبح کو بی بی جان سے ضرور پوچھوں گی سالار اتنے غصیلے کیوں ہیں؟'' اس نے دل میں کہا اور سالار کے لمس کی حدتوں کو، اس کے وجود کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆......☆......☆

رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی، سب اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے، سالار زمینوں پر جا چکا تھا، موسم بہت خوشگوار تھا، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، وہ ناشتہ کر کے پائیں باغ میں لگے جھولے پر آ بیٹھی، زہرہ بھی وہیں چلی آئی اور پوچھنے لگی۔

"روحا آپی! میں آپ کو صرف روحا کہوں یا آپی کہوں؟"

"جو تمہارا دل چاہے کہو۔" روحا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر روحا صحیح ہے، پتا ہے۔ روحا! تم مجھے بہت اچھی لگی ہو اور ہاں ایک گڈ نیوز یہ ہے کہ بی بی جان نے سالار بھایا کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کو زمینوں اور باغات کی سیر خود کرائیں گے۔"

"اچھا اور وہ مان گئے۔" روحا نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

"جی ہاں، کہہ رہے تھے دو تین روز میں لے جاؤں گا، ابھی کچھ کام کرنا ہے مجھے۔" زہرہ نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"گریٹ، ویسے مجھے تمہارے بھایا سے ڈر لگنے لگا ہے، ہر وقت غصے میں رہتے ہیں، میں نے انہیں مسکراتے ہوئے اب تک نہیں دیکھا۔" روحا نے سنجیدگی سے کہا تو زہرہ، بھائی کی محبت میں پُر لہجے میں بولی۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے، میرے بھایا کی مسکراہٹ تو دل موہ لیتی ہے اور ان کی ہنسی روح میں تازگی بھر دیتی ہے۔"

"اچھا! چلو دیکھیں گے۔" روحا نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دی۔

☆........☆........☆

دو دن ہو گئے تھے اور وہ سالار کی شکل دیکھنے کو ترس گئی تھی اور ان دنوں میں وہ اس کے دل و روح میں مزید سما گیا تھا، اسے پتا بھی نہیں چلا تھا اور وہ اسے دل ہی دل میں چاہنے لگی تھی مگر وہ پتھر دل تھا شاید، روحا نے اسے "اسٹون مین" کا لقب دے دیا تھا۔

فجر کی اذان کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی، کچھ دیر وہ بستر میں لیٹی رہی پھر اُٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور بی بی جان کے کمرے میں آ گئی۔ وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی تھیں اور تسبیح پڑھ رہی تھیں، بی بی جان نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر بانہیں پھیلا دیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اُن کی بانہوں میں سما گئی، انہوں نے اس کی پیشانی چومی اور وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ وہ اس کے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں، روحا نے سکون سے آنکھیں موند لیں یہ دیکھے بغیر کہ سالار سائیڈ پر بچھے بیڈ پر لیٹا اسے دیکھ رہا تھا، وہ نماز کے بعد اکثر بی بی جان کے کمرے میں آ کر

لیٹ جاتا تھا۔

''روحی دھی۔''

''جی بی بی جان۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''تو خوش تو ہے نا یہاں؟''

''جی بی بی جان! میں بہت خوش ہوں آپ سب تو بہت اچھے ہیں۔'' اس نے ایمانداری سے جواب دیا۔

''سالار سے ناراض تو نہیں ہے ناں؟'' جانے کیوں بی بی جان، سالار کی وہاں موجودگی میں اس سے جاننا چارہ رہی تھیں۔

''نہیں تو، وہ تو بہت اچھے ہیں، جو انسان اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اپنے گھر اور خاندان کی آن آبرو کی طرف اُٹھتے قدم اکھاڑ پھینکے، بڑھتے ناپاک ہاتھ توڑ ڈالے اور میلی نگاہ کو جھکنے پر مجبور کر دے......وہ شخص تو...... بہت ہی اچھا اور پیارا ہوتا ہے بی بی جان! مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں ہے، میں ان سے ناراض نہیں ہوں لیکن......''

''لیکن کیا دھی؟''

''لیکن وہ سب سے...... بلکہ مجھ سے ناراض رہتے ہیں، میں نے ایسا کیا، کیا ہے بی بی جان! اور وہ مما سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟'' روحا نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ سالار جو آنکھوں پر بازو رکھے اسے دیکھ رہا تھا، بے چین و بے قرار ہو گیا تھا۔

''ارے نہیں دھی رانی! وہ نفرت نہیں کرتا، وہ تو سب سے پیار کرتا ہے بس ذرا اُلجھا ہوا سا رہتا ہے ٹھیک ہو جائے گا، تو اس کی طرف سے اپنا دل میلا نہ کر۔'' بی بی جان نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''میرا دل میلا نہیں ہے، اُجلا ہو گیا ہے سالار کی وجہ سے کیونکہ وہ اس دل میں سما گئے ہیں، پیار بن کے۔'' روحا نے دل میں کہا۔

''بی بی جان! آپ کیا پڑھتی ہیں نماز کے بعد؟''

''دعائیں، سب کیلئے دعائیں مانگتی ہوں، شکر کی تسبیح پڑھتی ہوں کہ اس پاک ذات نے ہمیں ہر نعمت سے نوازا ہے......تو بھی دعا مانگا کر۔''

''میں نے تو کبھی دعا نہیں مانگی سوائے اپنے ایگزامز کے دنوں میں کہ اللہ میاں میرا پیپر بہت اچھا کروا دیے گا، مجھے بہت اچھے گریڈز دلوا دیئے گا امتحان میں، کیا اسے بھی دعا کہتے ہیں بی بی جان؟'' وہ بہت معصومیت سے بتاتی، سوال پوچھتی سالار کو سات آٹھ برس کی بچی دکھائی دے رہی تھی اس وقت۔

''اللہ کو مشکل میں پکارنا، اس سے کچھ مانگنا، طلب کرنا، چاہنا دعا ہی تو ہے، مانگنے کے طریقے اور انداز جدا جدا ہیں...... ہر کوئی اپنی من مرضی کے، ضرورت کے مطابق مانگتا ہے، پر مانگتا اسی سوہنے رب سے ہے، ہم سب اُسی سے مانگتے ہیں۔'' بی بی جان نے رسانیت سے جواب دیا۔

''اور پھر بھی بے سکون رہتے ہیں، ہیں نا بی بی جان۔''

''یہ تجھے کیسا پتا؟''

''بس پتا ہے، میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جو اللہ سے مانگ تو لیتے ہیں پر وہ اللہ پر یقین نہیں کرتے کہ وہ اُن کی مانگ پوری کر دے گا، اُن کی دعا کو شرف قبولیت بخش دے گا...... اعتماد، بھروسہ اور یقینِ کامل تو دعا کی بنیاد ہے، وہی نہ ہو تو...... دعا تو رائیگاں چلی گئی نا بی بی جان!'' روحا نے سنجیدگی سے کہا اور اُٹھ کر بی بی جان کا چہرہ دیکھنے لگی جو اس کی باتوں سے متاثر نظر آ رہی تھیں۔

''ہاں، تجھے تو بہت سمجھداری کی باتیں کرنی آتی ہیں، کس نے سکھائی ہیں تجھے یہ باتیں؟'' بی بی جان نے اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

''کتابوں نے اور لوگوں کے رؤیوں نے...... شاید لوگوں کے رؤیوں نے زیادہ سکھائی ہیں...... اور کتنی عجیب بات ہے ناں بی بی جان! کہ میں نے نہ تو کبھی اللہ سے کچھ مانگا، نہ ہی جو کچھ اس نے مجھے بنا مانگے دیا ہے اُس کا کبھی شکر ادا کیا...... پھر بھی وہ کتنا مہربان ہے ناں مجھ پر، اپنی اتنی ساری مخلوق میں سے بھی میری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت نہیں بھولتا اور اللہ تو ایک ہی ہے...... پھر بھی میں اُسے بھول جاتی ہوں۔'' روحا نے سنجیدگی اور ندامت سے پُر لہجے میں نظریں جُھکا کر کہا تو سالار اس کا یہ روپ، یہ اندازِ گفتگو دیکھ سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ درحقیقت کیا تھی معصوم، معمہ، مسٹری یا شاید کوئی ڈرامہ، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ بہر حال جو بھی تھا وہ اس وقت روحا حسن کے خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا بلکہ بہت دلچسپی اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔

''نہ میری سوہنی! مجھے نہیں لگتا کہ تو اُسے بھول جاتی ہے، معصوم لوگوں کے تو دل میں اللہ ہر وقت بستا ہے، نماز تو آتی ہے نا تجھے؟''

''پتا نہیں، برسوں ہو گئے کبھی پڑھی ہی نہیں۔'' وہ ندامت سے پر لہجے میں سچائی سے بولی۔

''اور جب کبھی پڑھنا چاہی تو مما نے یہ کہہ کر ارادہ توڑ دیا کہ ایک آدھ نماز پڑھ کے کون سا تمہاری ساری قضا نمازیں ادا ہو جائیں گی، ایک نماز تو پہ تو بخشش نہیں ہو سکتی۔''

''زوہا تو جھلی ہے، خود تو دین سے عاری تھی ہی، اولاد کو بھی دین سے دور کر دیا۔'' بی بی جان بولیں، لہجہ تاسف زدہ تھا۔

''بخشش تو ایک سجدے پہ بھی ہو سکتی ہے، معافی تو ایک آنسو کے عوض عطا ہو سکتی ہے اور توبہ...... توبہ تو نیکی کے ارادے اور برائی کو ترک کرنے کے سچے خیال اور احساس پر قبول ہو سکتی ہے...... پھر...... پھر ہم لوگ اسلام کو اللہ سے رابطے اور تعلق کو نجانے اتنا مشکل بنا کے کیوں پیش کرتے ہیں...... شاید اپنی کمزوریوں پر قابو نہیں پا سکتے اسی لئے نہیں چاہتے کہ دوسرے لوگ اُن سے آگے نکل جائیں، معافی اور توبہ کے رستے پہ چل کے خود کو سدھار لیں، غلط کام کرنے کیلئے ہمیں...... اپنے جیسے غلط سوچ و کردار کے حامل افراد کی ضرورت ہوتی ہے ناں۔'' روحا نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو بی بی جان نے اس کا چہرہ چوم لیا۔

''اللہ نظر بد سے بچائے، تو، تو ہیرا ہے ہیرا، اتنی سمجھدار ہے میری پوتی، واہ میرے سوہنے ربا! شکر ہے تیرا۔''

''بی بی جان! میرا دل چاہتا ہے نماز پڑھنے کو لیکن...... شرمندگی ہوتی ہے اللہ کے سامنے جاتے ہوئے...... اللہ میاں جب مجھ سے سوال کریں گے کہ تم نے اتنی ڈھیروں نمازیں کیوں قضا کیں...... تو میں کیا جواب دوں گی؟'' وہ ندامت اور معصومیت سے پر لہجے میں بولتی دلوں میں پیار کی قندیلیں جگاتی جا رہی تھی۔ اگر وہ بے نمازی تھی تو اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔

''تو خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ اللہ تو ایک آنسو اور ایک سجدے پہ بخش دیتا ہے، معاف کر دیتا ہے...... پھر کیوں اس کے دربار میں جانے سے گھبراتی ہے؟'' بی بی جان نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت بھرے لہجے میں پوچھا تھا تو وہ دھیمے پن سے گویا ہوئی۔

"بی بی جان! میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ شیطان اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں اس نے نہ فجر کی نماز پڑھی نہ ظہر کی، نہ عصر مغرب اور نہ عشاء کی...... یہ دیکھ کر شیطان بولا "میرے اور تیرے راستے اب سے جدا ہیں" اس آدمی نے وجہ پوچھی تو شیطان بولا "میں نے آدم کو ایک سجدہ نہیں کیا تھا تو اللہ نے مجھ پہ لعنت بھیجی، تو نے تو ایک دن میں اتنے سارے سجدے نہیں کیے وہ بھی آدم کے رب کو اللہ کو، مجھے تیرے انجام سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"بس بی بی جان! مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہیں اللہ میاں میری اپنے دربار میں غیر حاضری کا حساب نہ مانگ لیں۔"

"روحا میری دھی! میری رانی تو، تو بڑی نیک روح ہے، تجھے تو اللہ سائیں تیری اس اچھی سوچ پہ ہی جنت دے دیں گے۔" بی بی جان نے اسے فرط محبت و مسرت سے اپنی آغوش میں بھر کر چوم کر کہا۔

"بی بی جان! میں ذرا زمینوں کا چکر لگا لوں، پھر ناشتہ کر کے انہیں لے جاؤں گا سیر کو۔" سالار حسین کی آواز پر روحا ایکدم سے بی بی جان کی آغوش سے نکلی تھی، اسے دیکھ کر حیران رہ گئی، وہ ایک نگاہ اس کے حیرت زدہ سندر چہرے پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"یہ...... کب آئے تھے؟" روحا نے بی بی جان کا چہرہ تکتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو تیرے آنے سے پہلے ہی اِدھر لیٹا تھا، تجھے پتہ نہیں چلا کیا؟"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"چل خیر ہے جو ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے، تم تیار ہو جانا سالار تمہیں سیر کرانے لے جائے گا۔" بی بی جان نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

روحا نے ہاف سلیوس والی لائٹ پنک کلر کی شرٹ اور سفید جینز کی پینٹ زیب تن کی تھی، سیاہ رنگ کے جھل والے شوز پہنے تھے، بے حد دلکش اور روح میں سما جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی وہ۔ زوہا نے اسے شروع سے ہی لڑکوں والے ڈریس پہنائے تھے اور اسے بھی یہی لباس پہننے کی عادت ہوگئی تھی۔ اس لئے اس کیلئے یہ کوئی

انوکھی بات نہیں تھی۔ وہ تھی بھی گلابی مائل سفید رنگ کی حامل صحت مند جسم، سیاہ آنکھیں جن میں معصومیت اور ذہانت کی چمک تھی۔ سیاہ سلکی بالوں کی آبشاریں، احمریں لب، موتیوں کی طرح چمکتے سفید دانت اس کی مسکراہٹ کو اور بھی دل آویز بنا دیتے تھے، قد مناسب تھا، سالار کے تو وہ کندھے سے بھی نیچے آتی تھی، ہیل پہن کے اس کے کندھے کے برابر ضرور آ گئی تھی، بناء کسی میک اپ کے اپنے قدرتی حسن میں بھی وہ بہار میں کھلے تازہ گلاب ایسی کومل، نرمل تھی، اس پر مزاج کی سادگی اور فطری معصومیت نے اس کے دلکش سراپے کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

سالار حسین جیپ کے پاس کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا، وہ آئی تو اس کا یہ مغربی رنگ روپ دیکھ کر ایک بار پھر سے وہ غصے میں آ گیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے معصوم حسن پر غیر مردوں کی نگاہیں پڑیں، جبھی اس کو دیکھتے ہی بول پڑا۔

''تمہارے پاس کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں ہے؟''

''نہیں ہے، آپ لا دیں۔'' روحا نے جواب دے کر ساتھ ہی اس سے فرمائش بھی کر دی تھی، سالار نے حیرت سے اس کی اس جرأت کو دیکھا تھا مگر وہاں تو معصومیت چھلک رہی تھی، اس کی یہ معصومیت ہی تو دھیرے دھیرے اس پتھر سے آدمی کو اندر سے ہلا رہی تھی، اس میں دراڑیں ڈال رہی تھی، وہ بہت بے بس ہوتا جا رہا تھا اس چھوٹی سی معصوم سی لڑکی کے سامنے۔

''پتا نہیں یہ زوہا بیگم کی بیٹی ہو کر اس قدر معصوم کیوں ہے، ہے یا بنی ہوئی ہے۔'' وہ الجھتا جا رہا تھا۔

''ابھی تو زہرہ سے لے کر پہن لو، اس کا لباس تمہیں پورا آئے گا۔''

''سوری میں کسی کی اُترن نہیں پہنتی، یہ لباس جیسا بھی ہے میرا اپنا ہے، مجھے یہی اطمینان بہت ہے۔'' روحا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی اس حد تک صاف گوئی پر وہ تپ گیا۔ حیرت تھی اس کی جرات پر، وہ سالار حسین جس کے سامنے سوائے بی بی جان کے کسی کو بھی کھل کر بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اس کے سامنے ایک لڑکی کتنی آسانی سے بڑی سے بڑی بات کہہ دیتی تھی۔ تیز ہوا سے اُڑ کر روحا کے بال سالار کے چہرے کو چھو گئے، وہ مزید جھنجھلا گیا اور سختی سے بولا۔

''اپنی یہ آوارہ زلفیں باندھ کر رکھا کرو، ہر طرح سے تنگ کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے جیسے، کھانے پینے کی

چیزوں میں بھی تمہارے بال تیر رہے ہوتے ہیں۔"

"ایکسکیوز می، آپ کے گھر کا کھانا میں نہیں پکاتی، غصہ کسی اور بات پر ہے اور خواہ مخواہ میرے بالوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔" روحا نے بُرا مناتے ہوئے اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے کہا تو وہ خجل سا ہو گیا۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ، غصہ واقعی اسے کسی اور بات کا تھا شاید اس کے سامنے خود کو بے بس ہوتا نہیں دیکھنا چاہ رہا تھا جبھی ذرا ذرا سی باتوں پر الجھ رہا تھا۔

"بیٹھو۔" وہ یہ کہہ کر جیپ میں سوار ہو گیا۔

"جی نہیں، اگر آپ نے مجھے اسی طرح ڈانٹنا ہے ناں تو پھر میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ۔" وہ بھی ضد پر اڑ گئی۔

"مت جاؤ، بی بی جان کی خواہش تھی ورنہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تم جیسی بد دماغ لڑکی کو سیر کرانے کا، جہنم میں جاؤ تم۔" وہ غصیلے لہجے میں بولا اور تیزی سے جیپ اسٹارٹ کر کے حویلی سے باہر لے گیا۔

"ساتھ ہی روحا کا دل بھی۔" وہ اداس ہو گئی۔

"اللہ میاں آپ نے اس اسٹون مین کیلئے میرے دل میں پیار کیوں جگا دیا ہے، یہ تو مجھے پسند بھی نہیں کرتے، پیار تو بہت دور کی بات ہے۔" روحا نے افسردگی سے سوچا اور اندر چلی گئی۔

"روحا! تم گئی نہیں سالار کے ساتھ۔" بے جی نے اسے دیکھتے ہی حیرت سے پوچھا، بی بی جان اور زہرہ الگ حیران تھیں۔

"نہیں وہ کہہ رہے تھے کہ جہنم میں جاؤ، انہیں میرے اس لباس پر اعتراض ہے۔" روحا کہہ کر وہاں رُکی نہیں تھی۔

☆......☆......☆

سالار شام کو واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو شاپنگ بیگز تھے جو اس نے لاؤنج میں بیٹھی روحا کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

"اس میں کچھ ڈریسز ہیں تمہارے لئے، چیک کر لو فٹنگ وغیرہ کا مسئلہ ہو تو بے جی سے کہہ دینا وہ درزن

سے کہہ کر درست کروا دیں گی، میں اندازے سے خرید لایا ہوں۔"

"آپ شہر گئے تھے؟" روحا نے حیرت سے اُسے اور شاپنگ بیگز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کیوں؟" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

"وہ......کچھ نہیں...... تھینکس، میں یہ ڈریس پہن کر دیکھتی ہوں۔" وہ جانے کیوں سالار کو اُلجھی ہوئی سی دکھائی دے رہی تھی، شاپنگ بیگز اٹھا کر جانے لگی۔

روحا کو بہت حیرت ہو رہی تھی، سالار صبح تو غصے میں اسے سنا کر چلا گیا تھا اور اب اس کیلئے پانچ بہت خوبصورت ریڈی میڈ سوٹ خرید لایا تھا، اس کی چوائس بہت اچھی تھی، روحا نے ایک ڈریس پہننے کیلئے منتخب کر لیا۔ ہلکے نیلے رنگ کا جارجٹ کا ہلکے کام والا شلوار سوٹ تھا، وہ نہا کر لباس پہن کر تیار ہوگئی تو اس کیلئے اپنا آپ پہچاننا مشکل ہو گیا۔ وہ بہت مختلف، بہت حسین و دلکش دکھائی دے رہی تھی، وہ مسکراتی ہوئی لاؤنج میں آ گئی جہاں سالار چائے پینے کے ساتھ ساتھ ٹی وی پر ریموٹ سے چینل سرچ کر رہا تھا، روحا نے اس کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

"سالار! دیکھئے تو میں نے آپ کا لایا ہوا ڈریس پہنا ہے۔"

سالار نے نگاہ ٹی وی سے ہٹا کر اس کی جانب کی تو ایک لمحے کو تو وہ پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا، دل میں بہت میٹھا میٹھا سا گیت چھڑا تھا، وہ نیلے آسمان کی پیشانی پر چمکتے چاند کی مانند اپنی چاندنی بکھیرتی صورت لئے اس کے سامنے تھی، اس لباس میں تو وہ اور بھی حسین، دلنشین لگ رہی تھی۔ دھڑکنوں میں بولتی، روح میں جذب ہوتی ہوئی چاندنی۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" روحا نے اس کے پاس آ کر پوچھا، وہ تو بس اس کے اس دلکش سراپے کو تکے جا رہا تھا۔

"بتائیں ناں۔" روحا نے اصرار کیا تو وہ چونک گیا اور خود کو سرزنش کرنے لگا کہ اسے یہ کیا ہو رہا ہے، کیسی فضول حرکت کر رہا ہے وہ۔

"تم مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

''کیونکہ یہ ڈریس آپ لائے ہیں اور آپ ہی چاہتے ہیں کہ میں ایسے لباس پہنوں، بتائیں ناں'' وہ دوپٹہ لہراتے ہوئے بولی۔

''کسی سے بھی پوچھ لو، زہرہ، بے جی یا......''

''آپ نہیں بتائیں گے تو میں دوبارہ اپنا وہی ڈریس پہن لوں گی۔'' روحا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا تو وہ کھڑا ہو گیا اور غصے سے بولا۔

''دماغ کھا لیا ہے تم نے میرا۔''

''ہیں...... سچی...... دماغ تھا آپ کے پاس۔'' روحا نے حیرت اور معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا تو سالار نے اسے گھورا مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا اس کے گھورنے کا اور کہنے لگی۔

''میں تو سمجھی تھی کہ آپ کی کھوپڑی میں صرف غصہ اور بھوسہ بھرا ہے۔''

''اچھا......اور......'' وہ ایک قدم اس کی جانب بڑھا تو وہ ڈر گئی۔

''اور آپ اچھے خاصے پیارے ہیں اگر غصہ نہ کریں تو...... ہر وقت نیم اور کڑوے کریلے چباتے رہتے ہیں، گھر میں بھی سب آپ سے ڈرے سہمے رہتے ہیں اور باہر بھی......آپ کو نرمی سے پیار سے بات کرنا......''

''سنو لڑکی!'' سالار نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا، وہ بہت بُری طرح سے اس کا ضبط اور صبر آزما رہی تھی۔

''مجھے اپنے معاملات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں ہے، میں تمہارے لڑکی ہونے کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ......جاؤ اپنی شکل گم کرو یہاں سے ورنہ خرچ ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔''

''میں کوئی کرنسی نوٹ نہیں ہوں کہ خرچ ہو جاؤں۔'' روحا نے کہا تو وہ الجھ کر غصے سے بولا۔

''شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔''

''میں تو جا رہی تھی یہاں سے، آپ ہی نے روکا تھا مجھے......آپ کو تو ایک لڑکی سے، ایک مہمان سے بات کرنے کی تمیز بھی نہیں ہے، آپ اس طرح بے عزت کرتے ہیں اپنے گھر آئے مہمان کو...... پڑھے لکھے جاہل، تعلیم یافتہ گنوار، ڈگری ہولڈر اجڈ اور سند یافتہ پینڈو......وحشی کہیں کے۔'' وہ غصے سے بولتی چلی گئی۔

''روحا!'' سالار کا ہاتھ اٹھا تھا اور روحا نے ڈر کے مارے ایکدم سے آنکھیں میچ لیں تھیں، اس کی اس حرکت پر سالار کا غصہ ایکدم سے ٹھنڈا پڑا تھا اور اس کا غصے سے اٹھا ہاتھ دھیرے سے روحا کے گال پر آ کر ٹھہر گیا تھا، روحا نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول دیں۔ سالار کا دل اس کی معصوم صورت اور حیرت میں ڈوبی آنکھوں کو دیکھ کر موم ہو گیا تھا۔ اس کے اندر جیسے زلزلہ سا آ گیا تھا۔

''تمہاری یہ معصوم صورت مجھے روک دیتی ہے ورنہ...... تم نے جو کچھ کیا ہے کہا ہے اس کی سزا بہت سنگین دے سکتا ہوں میں تمہیں...... آئندہ خیال رکھنا بے بی ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔''

''تو اب کون سا اچھی طرح پیش آ رہے ہیں۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بول ہی پڑی۔

''تم میرا ضبط آزما رہی ہو اور اگر میں کچھ کر بیٹھا تو مجھ سے گلہ مت کرنا، چلو جاؤ یہاں سے۔'' سالار نے معنی خیز لہجے میں کہا، وہ سہمی ہوئی نظروں سے اسے تکے گئی، وہ ٹیلی فون کی بیل بجنے پر فون سننے چلا گیا۔

روحا نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا اور سالار کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں، دھڑکنوں میں اتار لیا۔ سالار کے بھاری مردانہ ہاتھ کی حدت اور لمس کو اپنے گال پر محسوس کر کے اس کے وجود میں زندگی سی دوڑ گئی اور وہ مسرور سی مسکرانے لگی۔

فون اٹینڈ ریسیو کر چکی تھیں، سالار چند لمحوں بعد واپس آیا تو اسے وہیں کھڑے دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولا۔

''تم ابھی تک ادھر ہی کھڑی ہو۔'' روحا نے آنکھیں نہ کھولیں۔

''سو رہی ہو کیا، کیا کہہ کے گیا تھا میں تم سے؟'' سالار کی غصیلی آواز پر روحا نے پٹ سے آنکھیں کھولیں، وہ خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا، وہ ڈر کر ایکدم سے دوڑ لگا کر اپنے کمرے کی طرف گئی تھی یہ دیکھے بغیر کہ اس کی اس حرکت پر اُس پتھر کے ہونٹوں پر بھی مسکان پھیل گئی تھی۔

☆......☆......☆

زوہا نے روحا کو واپس آنے کا حکم صادر کر دیا تھا۔ احد اپنے دوستوں کے ساتھ شراب کے نشے میں دھت ڈرائیونگ کرتے ہوئے گرفتار ہو گیا تھا اور ایک رات اور ایک دن حوالات میں گزار کر حسن کے اثر و رسوخ کی وجہ سے باہر آیا تھا۔ حسن نے زوہا اور احد دونوں کو خوب سنائی تھیں۔ زوہا کو اُن کے سرکل کی دو تین بیگمات نے احد

کے حوالات جاننے کی بابت سوال جواب کیے تھے تو زوہا کو بہت شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔

''زوہا بیگم! عزت سب سے بڑا اسٹیٹس ہوتی ہے اب تو اس بات کو سمجھ لو، تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہونی چاہیے تھی، اب بھی وقت ہے انہیں سنبھال لو، اپنی ذمے داریوں کو پہچان لو۔'' حسن نے اُن سے فون پر کہا تھا کیونکہ وہ لندن میں تھے اور یہاں ساری صورتحال ان کیلیے پریشانی اور پشیمانی کا باعث بن رہی تھی مگر وہ زوہا ہی کیا جو اُن کی بات مان جائیں۔ ہاں وہ دبئی کا دورہ مختصر کر کے واپس لوٹ آئی تھیں احد کی وجہ سے اور روحا کو بھی واپس طلب کر لیا تھا۔ امینہ کو انہوں نے فون پر روحا کو واپس بھیجنے کا کہا تھا۔

''اب تم بھی کوئی چاند نہ چڑھا دینا، بس بہت ہوگئی گاؤں یاترا، فوراً واپس آؤ۔'' زوہا نے روحا کے موبائل پر کال کر کے کہا۔

''مما مجھے تو ہفتہ بھی نہیں ہوا یہاں آئے ہوئے اور میں وہاں آ کر کیا کروں گی۔ بور ہی ہوں گی ناں۔'' روحا نے منہ بسور کر کہا۔

''وکی ہے ناں یہاں، تمہارے جانے سے وہ بور ہو رہا ہے، جانتی ہو نئے ماڈل کی کار خریدی ہے اس نے اور تمہارے ساتھ آؤٹنگ پر جانے کیلیے بے چین ہے اور تمہارے ان پینڈو رشتے داروں کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ، تمہیں کچھ برا بھلا تو نہیں کہتے؟'' زوہا نے تیزی سے اپنی بات کر کے پوچھا تو اسے سالار کا رویہ یاد آ گیا۔

''نہیں مما! سب بہت لونگ اور کیئرنگ ہیں۔''

''او کے تم واپس آنے کی تیاری کرو دو چار دن سے زیادہ نہیں سمجھیں۔'' زوہا نے یہ کہہ کر موبائل آف کر دیا۔

☆......☆......☆

''سالار'' روحا کے لبوں پر بے اختیار اُس کا نام مچل گیا جو اسے شروع دن سے بے عزت کرنے، ڈانٹنے، نظر انداز کرنے پر کمربستہ تھا اور وہ اسے اپنی روح میں بسا چکی تھی، دل کے سنگھاسن پر بٹھا کے اس کی پرستش کرنے لگی تھی اور اُس پتھر جیسے شخص کو تو شاید اس کے دلی جذبات کی خبر تھی نہ احساس، دل ایکدم سے ہی افسردہ ہو گیا۔

''سالار پتر! روحا کی واپسی کی ٹکٹ لا دینا۔'' دوپہر کو موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا اسی لئے سالار جلدی حویلی واپس آ گیا تھا، ارادہ تھا کہ روحا اور زہرہ کو سیر کرانے لے جائے گا۔ آتے ہی امینہ نے اس سے کہا تو وہ حیرانگی سے بولا۔

''کیوں کیا وہ واپس جانا چاہتی ہے؟''

''وہ تو نہیں جانا چاہتی پر اسکی ماں کا فون آیا تھا وہ کہہ رہی تھی کہ روحا کو واپس بھیج دیں۔'' امینہ نے بتایا۔

''جب وہ نہیں جانا چاہتی تو آپ کیوں بھیجنا چاہتی ہیں اُسے؟''

''اس کی ماں نے بلایا ہے اداس ہو گئی ہو گی اس کے بغیر۔'' امینہ نے کہا تو وہ برہمی اور طنز سے بولا۔

''ہونہہ...... جانتا ہوں اُس کی ماں کو کہ کتنی سگی ہے وہ اس کی، جو ماں اپنے کم سن بچوں کو نوکروں کے سپرد کر کے اپنی خواہشات اور خوشیوں کی الگ دنیا میں مگن ہو وہ اب کیوں اداس ہونے لگی اپنی بیٹی کیلئے۔''

''پر پتر اسے جانا تو ہے ناں اک دن۔'' بی بی جان نے سمجھانا چاہا۔

''ہاں مگر روحا کی مرضی کے بغیر کوئی اسے واپس نہیں بھیجے گا، بول دیجئے گا اس کی ماں کو بھی، وہ ابھی واپس نہیں آئے گی۔'' سالار نے اُسی درشت اور سپاٹ لہجے میں کہا، یکا یک اس کی نظر سامنے اٹھی تو دروازے میں روحا کو کھڑے دیکھا، وہ مسکرا رہی تھی، اس کے دیکھنے پر باہر نکل گئی، سالار بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا۔

''سنو۔'' سالار نے اسے جاتے دیکھ کر آواز دی۔

''جی۔'' وہ رُک کر معصومیت سے اسے دیکھنے لگی، اس کے لائے ہوئے سفید اور کاسنی شلوار قمیض دوپٹے میں وہ بہت پیاری، دلکش اور معصوم و منفرد دکھائی دے رہی تھی، سالار نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ادھر آؤ۔'' سالار نے اپنی جگہ پر ہی رُکتے ہوئے اسے بلایا مگر وہ الجھن آمیز نظروں سے اُسے دیکھتی وہیں کھڑی رہی کہ جانے اب وہ کیا کہہ دے؟ ہر وقت تو وہ انگارے چباتا رہتا تھا۔

''آئی سیڈ کم ہیئر بے بی۔'' سالار نے قدرے نرم لہجے میں کہا تو وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتی چلتی ہوئی اس کے سامنے آ گئی۔

''تم واپس کیوں نہیں جانا چاہتیں؟''

''آپ نے میری واپسی کے سارے راستے بند کردیئے ہیں، آپ کے بغیر اب میں کہیں بھی نہیں جانا چاہتی۔'' روحا نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اسے اپنے دل میں مخاطب کر کے کہا۔

''کچھ پوچھا ہے میں نے؟''

''سچ بتاؤں یا جھوٹ۔'' روحا نے معصومیت سے سوال کیا۔

''صرف سچ۔'' سالار نے اس کی معصومیت پر فدا ہوتے ہوئے کہا۔

''سچ یہ ہے کہ...... میں وکی سے جان چھڑانا چاہتی تھی، وہ مما کا ملنے والا ہے ایکدم گھٹیا، آوارہ ہے، بہت دولت مند ہے، مما...... اس کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں، بٹ آئی ڈونٹ لائک ہم، مما کے سارے ملنے جلنے والے بہت عجیب سے، روپے پیسے کی شو آف کرنے والی بناوٹی سے، مصنوعی پیار اور ہمدردی جتانے والے ہیں، وکی تو بہت ہی واہیات ہے، اتنی لڑکیوں سے فلرٹ کر چکا ہے ایک وقت میں...... کئی کئی سولڑکیوں سے افیئرز چل رہے ہیں اس کے، مجھے گھن آتی ہے اس سے۔ ایگزامز سے فارغ تھی تو اچانک مجھے آپ کے گاؤں آنے کا خیال آیا...... مجھے گاؤں دیکھنے کا شوق بھی تھا اور آپ سب سے ملنا بھی چاہتی تھی کیونکہ پاپا...... بی بی جان کو بہت یاد کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ میں اپنی یہ چھٹیاں آپ کے پاس آئی مین یہاں گاؤں میں سب کے پاس آ کر گزاروں، پہلے مما نے منع کر دیا تھا پھر خود ہی مان گئیں۔ شاید وہ دبئی جا رہی تھیں اس لئے مجھے گھر میں اکیلے نہیں چھوڑ سکتی تھیں...... تو انہوں نے مجھے یہاں بھیج دیا۔ میں وکی سے بچنا چاہتی تھی اور آپ سب سے ملنا چاہتی تھی، یہی حقیقت ہے یہی سچ ہے۔''

''ہوں۔'' سالار اس کو بغور دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر آنکھوں میں سچائی اور معصومیت چمک رہی تھی۔ وہ اس وقت اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی اتنی کہ وہ بے قرار سا ہو گیا، بس اس کے چہرے کو دیکھے چلا جا رہا تھا۔

''تھینکس آپ نے مجھے جانے سے روک دیا۔'' اسے مسلسل اپنی جانب دیکھتا پا کر خاموش دیکھ کر وہ خود ہی بول پڑی۔ ''لیکن کب تک روک سکوں گا؟''

''کیوں؟''

''ایک دن تو تمہیں واپس جانا ہے ناں۔''

''آپ مجھے جانے دیں گے کیا؟'' کتنا مان، یقین اور اپنائیت بھرا سوال تھا روحا کا، سالار حسین جیسا پتھر شخص لمحے بھر میں پاش پاش ہو کر ڈھے گیا تھا، مگر اس کے سوال کا اُس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

''پتا نہیں۔'' وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔ دل اس کی معصومیت اور حیرت سے اٹھتی گرتی، پلکوں کے جال میں پھنس رہا تھا، مچل رہا تھا۔

''پھر اب کیوں روکا؟'' اس کے جواب پر وہ بجھ گئی تھی، سوال کیا تو اس کا جواب ہنوز وہی تھا۔

''پتا نہیں۔''

اور شاید روحا کو پتا چل گیا تھا کہ وہ ایک پتھر سے سر پھوڑ رہی ہے اور وہ اپنا آپ لہولہان کرا بیٹھے گی مگر اس ''اسٹون مین'' پر اُس کے کسی جذبے کا کوئی اثر نہیں ہوگا لہٰذا یہاں رُکنا بیکار ہے، وہ خاموشی سے پائیں باغ کی جانب چل دی۔

''میں ایک دن بعد واپس جاؤں یا ایک ماہ بعد جاؤں...... وکی تو وہیں موجود ہوگا، وہاں کے حالات ویسے ہی رہیں گے اور مما...... وہ تو اپنی مرضی کر کے ہی دم لیں گی...... اگر مجھے وکی کو ریجیکٹ کرنا ہے تو ہمت کر کے مما سے کہنا ہوگا...... اور پاپا ہیں ناں میرے ساتھ...... مما اُن کی اور میری مرضی کے بغیر...... مجھے وکی سے کیسے منسوب کر سکتی ہیں۔ اتنے دن تک یہ خوف اور ٹینشن میں کیوں اپنے سر پہ سوار رکھوں کہ کل کیا ہوگا؟ جو ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے...... میں اب نہیں ڈروں گی...... سالار میرا مقدر نہیں بن سکتے تو نہ سہی...... لیکن میں خود کو وکی جیسے شخص کے ہاتھوں برباد بھی نہیں ہونے دوں گی۔ میری زندگی اتنی بے مول نہیں ہے۔ مجھے اپنے حق کیلئے بولنا ہوگا۔ ہاں اب میں نہیں ڈروں گی کسی سے۔ اللہ سے ڈروں گی تو وہ مجھے باقی ہر ڈر، خوف سے نجات دلا دے گا۔''

روحا پائیں باغ میں لگے جھولے پہ بیٹھی سوچ رہی تھی، خود کو سمجھا رہی تھی، سوال جواب کر رہی تھی، بارش ہو رہی تھی مگر روحا اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اسے اپنے بھیگنے کا احساس ہی نہیں ہو پایا، بجلی کڑکی تو اب وہ ڈری نہیں بلکہ ''درود پاک'' پڑھتے ہوئے اپنی ہی سوچوں کی دنیا میں مگن تھی۔

''ارے روحا کو دیکھو، کیسی بارش میں بھیگ رہی ہے۔''

بے جی نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو اسے بھیگتے دیکھ کر کہا۔

"میں اسے بلا کے لاتی ہوں۔" زہرہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"تم پکوڑے بنا کر لاؤ، روحا کو میں بلا کے لاتا ہوں۔" سالار نے اسے جانے سے روکتے ہوئے کہا۔

"جی اچھا بھایا۔" زہرہ فوراً حکم کی تعمیل کیلئے چل دی۔

☆......☆......☆

وہ سوچوں میں گم جھولے پر بیٹھی بارش میں بھیگ رہی تھی، سالار نے حیرت سے اسے دیکھا اور قریب آ کر اس کے چہرے کو بغور دیکھنے پر اسے لگا جیسے وہ رو رہی ہے مگر بارش نے اس کے چہرے کو بھگو دیا تھا، اس لئے اس کے آنسوؤں کو اپنا بھرم رکھنا آسان محسوس ہو رہا تھا۔

"روحا! بارش میں کیوں بیٹھی ہو......؟"

"ہوں......" روحا نے اس کی آواز پر چونک کے دیکھا۔

"بارش شروع ہو گئی، مجھے پتا ہی نہیں چلا۔"

"پریشان ہو۔" سالار نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"نہیں، جب انسان کسی فیصلے پر پہنچ جاتا ہے تو پھر پریشانی نہیں ہوتی عمل اور نتیجے کا انتظار ہوتا ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"کیسا فیصلہ......؟"

"میں کل واپس جا رہی ہوں۔" وہ جھولے سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"کیا......؟" سالار کو جھٹکا لگا تھا حیرانی سے بولا۔

"جی ہاں، جب واپس جانا ہی ہے اور وہ سب کچھ فیس کرنا ہی ہے تو پھر دیر کس لئے......؟ کل بھی تو یہ سب ہونا ہے تو کیوں نہ آج ہو جائے اور ویسے بھی میرے یہاں آنے سے آپ بہت ڈسٹرب ہو گئے ہیں نا۔" یہ کہہ کر وہ جانے لگی تو وہ تیزی سے بولا۔

"کہاں جا رہی ہو......؟"

"اپنا سامان پیک کرنے۔" اس نے رک کر جواب دیا۔
"کوئی ضرورت نہیں ہے تم واپس نہیں جاؤ گی۔"
"کیوں......؟"
"کیونکہ یہ میرا حکم ہے۔" وہ رعب سے بولا۔
"لیکن میں آپ کے حکم کے تابع نہیں ہوں۔" وہ مسکرائی۔
"پھر بھی میں تمہیں روکوں گا۔"
"آپ مجھے کب تک روک سکتے ہیں......؟"
"اپنی آخری سانس تک۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔
"جی......" روحا کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔
"جی مسز سالار حسین بن کر رہو گی میرے ساتھ......؟"
"آپ......"
"شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔"
"کیوں......؟ آپ تو مجھے پسند نہیں کرتے، ہر وقت جو مجھ پر غصہ کرتے ہیں، رعب جھاڑتے ہیں اور......"
"اور بس...... سارے شکوے گلے کر لینا ابھی تو ہاں کر دو، ریکی تم نے مجھے توڑ دیا ہے، ہمیشہ سے تمہیں چاہتا تھا، چچی بیگم کے رویئے کی وجہ سے تم سے خائف رہا مگر...... اب مجھے لگتا ہے کہ میں تمہارے بغیر ادھورہ سا ہوں، روحا! مجھے مکمل کر دو، میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں ہمیشہ بہت پیار و محبت اور عزت سے رکھوں گا، خوشیاں دوں گا، شہر یا گاؤں جہاں کہو گی، وہاں تمہیں گھر بنا کر دوں گا، وہیں تمہارے ساتھ رہوں گا۔" وہ سنجیدگی، نرمی اور خلوص سے کہتا روحا کو خوشگوار حیرت میں ڈال رہا تھا۔
"آ...... آپ کی...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا......؟" وہ سٹپٹا کر بولی۔
"طبیعت تو...... ٹھیک ہے...... نیت ٹھیک نہیں ہے...... اس بارش میں بھیگی ہوئی تم اور قیامت ڈھا رہی ہو...... جب سے آئی ہو...... میرا صبر، ضبط آزما رہی ہو تم...... بہت ظالم ہو تم......"

''پتا نہیں......آپ کو کیا ہو گیا ہے......؟'' وہ گھبرا کر یہ کہتے ہوئے جانے لگی تو سالار اس کا ہاتھ پکڑنے کی جسارت کر گیا۔

''پیار ہو گیا ہے تم سے......''

''تو......وہ نظریں جھکا کر بولی۔

''تو اپنے پیار کو ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں، زندگی کے اس سفر میں میرا ساتھ دو گی؟''

''آپ......پاپا سے بات کرلیں۔'' وہ یہ کہہ کر شرما کر ہاتھ چھڑا کر اندر کی جانب بھاگ گئی تھی اور سالار خوشدلی سے ہنس پڑا۔اور روحا، حیران تھی کہ مما نے اسے فون کر کے رزلٹ آؤٹ ہونے تک گاؤں میں رہنے کی پھر سے بخوشی اجازت دے دی تھی اور وہ روحا تو خوش تھی کہ اس کی محبت اسے مل رہی تھی، سالار جیسے آدمی کو اس نے خود سے پیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

پاپا کا فون آیا تھا اور بہت خوشی سے بات کر رہی تھی۔

''بیٹا! تمہاری بی بی جان کیسی ہیں......؟'' حسن احمد نے پوچھا۔

''وہ بہت اچھی ہیں، بہت لونگ اور شفیق ہیں، پاپا! آپ بی بی جان سے ملنے کیوں نہیں آئے......؟''

''بیٹا دل تو بہت چاہتا ہے ان سے ملنے کو مگر مجھ میں ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے اور وہ مجھ سے ناراض بھی تو ہیں ناں۔''

''نہیں پاپا! وہ ماں ہیں، بھلا مائیں بھی کبھی اپنی اولاد سے ناراض ہوتی ہیں، بی بی جان تو آپ کو بہت پیار کرتی ہیں، دعائیں دیتی ہیں، ایک ہی بیٹے تو ہیں اب آپ ان کے اور آپ نے بھی انہیں برسوں سے جدائی کا غم دے رکھا ہے، پلیز پاپا! آ جائیں......وہ آپ کو دیکھیں گی تو فوراً آپ کو معاف کر کے گلے سے لگا لیں گی۔'' روحا نے سنجیدگی سے کہا۔

''انشاء اللہ! میں جلد آؤں گا، اب تو میری بیٹی بھی میری ماں کے پاس ہے، ایک تمہاری ماں ہے کاش! وہ بھی بی بی جان کی طرح اپنی اولاد کی تڑپ رکھتی۔'' حسن نے سنجیدگی سے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو وہ جلدی

سے بولی۔

''اوہ پاپا! آپ مما کو بی بی جان سے کمپیئر مت کریں مما اور بی بی جان کے مزاج میں زمین، آسمان کا فرق ہے، مما زمین ہیں اور بی بی جان شفقت و محبت کا آسمان ہیں جو زمین کو بھی اپنی رحمت سے جل تھل کر دیتا ہے، سچ پاپا! بی بی جان بہت اچھی ہیں۔''

''ہوں......اور سالار کیسا ہے......؟''

''وہ......وہ بھی اچھے ہیں، مگر غصے کے بہت تیز ہیں۔''

''اس کا سبب بھی تمہاری مما ہیں، خیر روحا بیٹا! میں تمہیں ایک اہم بات بتانا چاہتا ہوں، تمہارے دادا اور دادی یعنی بی بی جان کی خواہش تھی کہ تمہاری شادی سالار سے ہو، میری بھی خواہش ہے کہ میرا اپنے بھائی کے گھر سے رشتہ پھر سے جڑ جائے، مضبوط ہو جائے، اس سلسلے میں سالار کی والدہ نے بھی آج مجھ سے بات کی ہے، روحا بیٹا! بی بی جان کی موجودگی میں مجھے بہت اطمینان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی سالار سے ہو جائے۔''

''اور مما......؟'' وہ خوشی اور حیاء سے سرخ پڑتے ہوئے بولی۔

''ان کی بات رہنے دو، ان کا انداز فکر ہم سے ذرا مختلف ہے تم بی بی جان کو ہاں کہہ دینا......نکاح ہو جائے گا تو میں بھی وہاں آ جاؤں گا اور پھر پوری شان سے اپنی بیٹی کو اپنے گھر سے رخصت کروں گا۔'' حسن نے سنجیدگی سے کہا تو وہ آہستگی سے بولی۔

''ٹھیک ہے پاپا! جیسے آپ کی خوشی۔''

''جیتی رہو سدا خوش رہو۔'' حسن نے ڈھیروں دعائیں اس کے دامن میں بھر دیں، وہ فون بند کر کے واپس مڑی تو سالار کو کھڑا دیکھ کر سٹپٹا گئی وہ اسے دیکھتے ہی سپاٹ لہجے میں بولا۔

''پورے شہر میں اعلان کرا دو کہ سالار حسین غصے کا تیز ہے، ستون مین ہے، وحشی ہے، جاہل، گنوار ہے۔''

''سالار پلیز آپ......'' وہ اس کی بات کاٹ کر چیخ کر بولی اور اسے اپنی جانب گھورتا پا کر تیزی سے باہر نکل گئی، سالار کے لب مسکرانے لگے وہ جان بوجھ کر اسے ستانے کو سنجیدہ موڈ میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

☆......☆......☆

جمعے کی خوبصورت شام کو سالار حسین اور روحا حسن کا نکاح سادگی، مگر نہایت وقار کے ساتھ ہو گیا، روحا بیک وقت خوشی اور خوف کے احساسات سے دو چار تھی، خوشی، سالار حسین کی محبت کو پا لینے اس کے نام سے منسوب ہو جانے کی تھی، اور خوف، سالار کے پل پل بدلتے سنگدلانہ اور درشت رویئے کی وجہ سے طاری تھا، اور دوسری طرف وہ مما کا رویہ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی، بی بی جان تو اس نکاح سے بہت زیادہ خوش تھیں روحا انجانے خدشات میں گھری ہوئی تھی، بے شک اس کے نکاح میں پاپا کی خواہش، مرضی اور اجازت شامل تھی مگر یہ کیسی شادی تھی جس میں اس کے والدین اور اکلوتے بھائی نے ہی شرکت نہیں کی تھی اس کا دل ایکدم سے بجھ سا گیا تھا اس کو بے چینی سی لاحق ہو گئی کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔

''اللہ میاں! میں نے پاپا اور بی بی جان کی مرضی سے یہ شادی کی ہے، آپ تو جانتے ہیں ناں اللہ میاں کہ میں سالار سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز پیارے اللہ میاں! سالار کو میرے لئے سراپا محبت بنا دیں، وہ غصہ نہ کیا کریں، میری زندگی کی آخری سانس تک میرے سالار کا پیار میرا مقدر بنا دیں ان کا اعتبار میری ہستی کا وقار بنا دیں۔'' روحا نے دل میں گڑگڑاتے ہوئے اللہ سے دعا مانگی اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولیں تو سالار کو سامنے کھڑے دیکھا، کاٹن کے کلف زدہ سفید کرتے، شلوار میں وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا اور روحا سفید اور ہلکے گلابی کامدار عروسی جوڑے، زیورات، کلیوں، گجروں سے سجی سنوری دلہن بنی اس کی خوابگاہ میں بیٹھی کوئی حور کوئی پری دکھائی دے رہی تھی اس کے چہرے پر الوہی حسن کی چمک تھی، سالار کا پورا وجود آنکھ بنا اس کے ملکوتی حسن کو تکے جا رہا تھا، روحا نے سٹپٹا کر اپنی گھنیری پلکوں کی جھالر گرا لی۔

''روحا! تم مجھے اتنی آسانی سے مل جاؤ گی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔''

سالار نے مدھم اور مسرور لہجے میں کہتے ہوئے اس کے روبرو بیٹھ کر اس کا نرم ملائم دودھیا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا، روحا کے پورے وجود میں اس کے مردانہ لمس کی حدت اور حرارت بجلی بن کر دوڑنے لگی تھی، وہ اتنے نرم، مدھم اور پیار بھرے لہجے میں اس سے مخاطب تھا اور اس کے بے حد قریب تھا، روحا کو اب تک یقین نہیں آ رہا تھا، یہ سب خواب سا محسوس ہو رہا تھا۔

''جو چیزیں آسانی سے مل جاتی ہیں وہ آسانی سے کھو بھی تو جاتی ہیں۔'' یہ روحا نے نظریں جھکائے ہوئے

آہستگی سے لب کشائی کی۔

''میں، تمہیں کبھی نہیں کھونے دوں گا، تمہیں کھونا ہے، صرف مجھ میں، میرے پیار کے سمندر میں۔'' سالار نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو روحا نے حیرت سے سر اور نظر اٹھا کے اس کے چہرے کو دیکھا یہ ہونٹ جو ہر وقت سپاٹ رہتے تھے، یہ زبان اس کے لئے تو زہر ہی اگلتی رہی تھی اب تک، آج امرت کیسے بن گئی تھی، ہونٹوں سے پیار کے پھول کیونکر برسنے لگے تھے، تو کیا یہ پتھر شخص واقعی روحا سے پیار کرنے لگا ہے، یہ سوال روحا کے دماغ میں سر اٹھائے کھڑا تھا۔

''آپ......آپ تو ایسے نہیں ہیں۔'' وہ یہی بول پائی۔

''میں اندر سے ایسا ہی ہوں اور تمہارے لئے تو ہمیشہ سے ایسا ہی ہوں۔''

''جھوٹ، ہر وقت تو آپ کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت، بیزاری، ناپسندیدگی کے انگارے بھرے رہتے تھے۔''

''اچھا! تو پھر یہ سب جاننے کے باوجود تم نے مجھ سے شادی کیوں کر لی، انکار کیوں نہیں کر دیا۔'' سالار نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

''کیونکہ، میں تو آپ سے پیار کرتی ہوں نا۔'' اس کی زبان پھسل گئی۔

''اچھا! واقعی ذرا ادھر دیکھو۔'' سالار نے خوشی اور شرارت سے مسکراتے ہوئے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کے بے اختیاری میں کہی گئی بات کی خفت سرخ ہوتے، اس کے سندر چہرے کو اوپر کرتے ہوئے کہا وہ بس ایک سیکنڈ کو ہی پلکیں اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھ سکی اور پھر سے نظریں جھکا لیں۔ وہ نرمی سے بولا۔

''پگلی! میں جانتا ہوں تم مجھ سے پیار کرتی ہو اور اگر تم نے کبھی غور سے میری آنکھوں میں دیکھا ہوتا تو تمہیں ان میں اپنی صورت اپنی تصویر ضرور دکھائی دے جاتی، ادھر دیکھو میری آنکھوں میں۔''

''مجھے نہیں دیکھنا آپ کی آنکھوں میں، میں کوئی آئی اسپیشلسٹ نہیں ہوں کہ آپ کی آنکھوں کا ایکسرے، الٹرا ساؤنڈ کر کے اندر کا حال بتا دوں۔'' روحا نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا تو وہ اس کے آئی اسپیشلسٹ والے جملے پر بے ساختہ ہنس پڑا، اور روحا نے اسے ہنستے دیکھا تو اسے لگا جیسے پہاڑ سے چشمہ پھوٹ پڑا ہو، کتنی دلنشین

تھی سالار کی ہنسی وہ اس کے ترنم میں کھوگئی تھی۔
''بہت معصوم ہو تم! ویسے میرے آنے سے پہلے تم کیا دعا مانگ رہی تھیں......؟'' وہ ہنسی روک کر نرمی سے پوچھنے لگا۔
''آپ کو کیوں بتاؤں......؟'' وہ شرمگیں انداز میں مسکرائی۔
''تم نہ بتاؤ تو بھی میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم نے اپنے اور میرے دائمی ساتھ کی، میری محبت بھری رفاقت کی دعا مانگی ہوگی ہے نا۔''
''جی......آپ کو کیسے پتا......؟'' روحا نے اس کی درست انداز پر حیران ہو کر سوال کیا تو وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے خوشبو لٹاتے لہجے میں آہستگی سے بولا۔
''تمہارے دل میں رہتا ہوں، تمہارے دل کا محرم ہوں، راز ہوں، پیار ہوں، دعا ہوں اس خوبصورت دل کی، تو دل کے محرم سے دل کی بات بھلا کیسے چھپ سکتی ہے۔''
آپ نے بالکل صحیح کہا، ''میرے محرماں دلاں دیا میری رونمائی کا تحفہ کہاں ہے......؟'' وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔
''وہ تو میں نہیں خرید سکا، سوری، کیا صرف پیار سے کام چلے گا......؟''
''جی نہیں......'' روحا نے اس کے شرارت بھرے انداز پر شرما کر کہا۔
''اچھا! چلو یار تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کس دل والے سے دل لگایا ہے یہ لو...... یہ تمہارے حق مہر کی رقم ہے کیش ایک لاکھ روپیہ نقد ہے اور 50 ہزار روپے کی پرائز بانڈ بھی ہیں اس میں۔'' سالار نے ہنس کر کہا اور بیڈ کی سائیڈ والی دراز میں سے ایک سفید رنگ کا لفافہ نکال کر اسے دے دیا اور دو سونے کے کنگن ایک مخملی ڈبیہ میں سے نکال کر اس کی کلائی میں پہنانے لگا اور بتانے لگا کہ۔
''جانتی ہو، یہ کنگن میں نے اس روز خریدے تھے جس روز میں نے تمہارے لئے ڈریس خرید کر لایا تھا۔''
''یہ میرے لئے خریدے تھے......؟''
''نہیں ہمسائی کے لئے خریدے تھے۔'' سالار نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔ تو وہ بے ساختہ کھلکھلا کر

ہنس پڑی، سالار نے بہت چاہ سے اسے دیکھتے ہوئے اپنی بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔

''لاؤ، اب مجھے بھی رہنمائی کا تحفہ دو۔'' سالار نے شوخ لہجے میں کہا۔

''میں کیا دوں......؟'' روحا نے معصومیت سے آنکھیں جھپکتے ہوئے پوچھا۔

''وہ پیار، جو تمہیں مجھ سے ہے۔'' سالار نے سرگوشی کے انداز میں اس کے کان کے قریب ہو کر کہا تو وہ ہنس پڑی اور شرما کر اس کے سینے میں چہرہ چھپا لیا۔ سالار اس کی اس ادا پر دل و جان سے فدا ہو گیا۔

☆......☆......☆

گزری رات سالار کی محبت اور قربت میں جتنی حسین تھی اس کی صبح اتنی ہی بدترین تھی، روحا زخموں سے چور لیٹی ہوئی، ہاری ہوئی، بے دم، بے جان، بے روح سی بیٹھی تھی، رات سالار نے اسے جتنی محبت اور عزت دی تھی صبح اتنی ہی نفرت، ذلت اور اذیت اس کے وجود میں اتار دی تھی، بی بی جان اگر اسے اپنی قسمیں دے کر روک نہ لیتیں تو شاید وہ اسے جان سے ہی مار دیتا، روحا کو اب سمجھ میں آ گیا تھا کہ اس کا دل کیوں ڈرا سہما اور خدشات میں گھرا ہوا تھا، اس کا خوف کتنی خوفناک اور بھیانک شکل میں اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا، زوہا کا فون آیا تھا، اور اس کے لئے قیامت بپا کر گیا تھا۔

وہ ناشتے سے فارغ ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی روحا کی نظر اس سی ایل آئی پر ابھرتے اپنے گھر کے نمبر پر پڑی تو اس نے خوشی سے فوراً ریسیور اٹھا لیا، دوسری جانب سے سالار ریسیور اٹھا چکا تھا۔

''کیسی ہو ڈارلنگ......؟'' زوہا پوچھ رہی تھی۔

''میں بہت خوش ہوں مما۔'' روحا نے دل سے جواب دیا۔

''اچھا اب زیادہ خوش ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، ہمارا آدھا مقصد تو حاصل ہو گیا ہے، باقی بھی تم اپنے معصوم حسن سے حاصل کر کے جتنی جلدی ہو وہاں سے واپس لوٹ آؤ، وکی تمہارا ویٹ کر رہا ہے اور ہاں، اگر وکی، تمہیں کال کرے تو اسے اپنی شادی کے بارے میں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''مما! مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟'' وہ الجھ کر بولی، جبکہ سالار کو زوہا بیگم کی ساری بات، ساری سازش اور پلاننگ سمجھ میں آ گئی تھی غصے اور نفرت کا لاوا اس کے پورے وجود میں ابل پڑا تھا، روحا اسے

بے وقوف بنا رہی تھی، اس کی پراپرٹی کے لئے، اس سے شادی کی تھی اس نے، یہ بات سالار کو روح تک سے سلگا گئی تھی۔

''او کم آن روحا...... !تمہیں میں نے گاؤں صرف سالار سے شادی کرنے اس کی ساری پراپرٹی اپنے نام کرانے کے لئے ہی بھیجا ہے بہت پیسہ ہے زمینیں ہیں سالار کے نام، تم اپنے حسن اور اداؤں سے اس گنوار پینڈو لڑکے کو اس قدر پاگل بنا دو کہ وہ اپنا سب کچھ تمہارے نام لکھ دے، اور پھر تم اس پینڈو پر تین حرف بھیج کر واپس یہاں آجانا، وکی بہت دولت مند ہے، میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کر دوں گی۔''

''مما! آپ کیا کہہ رہی ہیں میری سمجھ میں، کچھ نہیں آ رہا۔''

روحا کے تو پیروں تلے سے زمین ہی کھسک گئی تھی ان کی باتیں سن کر، وہ بوکھلا کر بولی، بی بی جان اس کے پاس سے گزر رہی تھیں، اسے پریشان دیکھ کر رک گئی تھیں۔

''اُفوہ آئی سی، لگتا ہے، تمہارے آس پاس کوئی ہے اوکے ہنی! پھر بات ہو گی ٹیک کیئر بے بی! بائے۔''

''آخر وہی ہوا نہ جو زوہا حسن کی خصلت تھی، بیٹی کا حسن کیش کروانا چاہتی ہیں یہ عورت اور روحا کتنی چالاکی اور مکاری سے مجھے اپنی محبت کا فریب دے رہی تھی، روحا بیگم تمہارے ساتھ تو میں جو سلوک کروں گا تم خواب میں بھی مجھ سے معافی مانگا کرو گی، اور زوہا حسن تم دیکھنا تمہاری سازش کے اس چہرے کا میں کیا حشر کرتا ہوں، ایک پیسہ نہیں ملے گا تمہیں اب اس حویلی اور اس کے مکینوں سے۔'' سالار نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا اور روحا کی تلاش میں نکلا تو وہ اسے لابی میں ٹیلی فون کے قریب کھڑی نظر آ گئی۔ چہرے پر پریشانی رقم تھی اور بی بی جان اس کے پاس کھڑی تھیں کچھ کہہ رہی تھیں۔

''اوہ، تو زوہا بیگم کا شک درست تھا، بی بی جان، روحا کے پاس کھڑی تھیں جبھی تو محترمہ اپنی ماں سے کھل کر بات نہیں کر سکیں۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا روحا کی جانب بڑھ رہا تھا، روحا کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس کے تیور دیکھ کر سمجھ گئی کہ اس نے اس کی اور مما کی ہونے والی بات چیت سن لی ہے، سالار کے تیور اسے سہا رہے تھے۔

''آخر دکھا دی نا، تم نے، اپنی کمینگی اور اصلیت۔'' سالار نے غصیلے لہجے میں چلا کر کہا تو روحا کا دل بری طرح سہم گیا، آخر وہی ہوا تھا جس کا اسے ڈر تھا۔

"سالار پتر! یہ کیا کہہ رہا ہے تو۔" بی بی جان نے فکر مندی سے کہا۔

"آپ کچھ مت بولیں بی بی جان! یہ لالچی خود غرض اور مکار سازشی عورت کی بیٹی، ہمیں یہاں بے وقوف بنا کر ہماری رہی سہی جائیداد بھی حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"س...... سالار۔"

"شٹ اپ...... نام مت لو میرا اپنی اس گندی زبان سے مکار عورت کی مکار اور چالباز بیٹی۔" سالار نے غصے سے کہتے ہوئے زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر جڑ دیا۔

وہ اس افتاد کے لئے قطعی تیار نہ تھی لڑکھڑا کر دیوار سے جا ٹکرائی، بی بی جان نے اپنا دل تھام لیا، امینہ اور زہرہ بھی اس کی آواز سن کر وہیں آ گئیں اور روحا کے ساتھ اس کا یہ سلوک دیکھ کر گنگ رہ گئیں، سالار نے جب اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچا تو وہ چیخ اٹھیں۔

"سالار! بھایا نہ کرو۔"

"آپ سب بیچ میں نہ آئیں ...... اور تم ......" سالار غصے سے چیخا۔

روحا کو گھسیٹتا ہوا اپنے کمرے میں لے گیا اور بڑی بے دردی سے اسے بیڈ پر پٹخ دیا، اس کی صدمے، خوف اور درد کے احساس سے چیخ نکل گئی وہ دروازہ لاک کر کے اس پر برس رہا تھا۔

"تو تم مجھے بے وقوف بنانے، کنگال بنانے آئی ہو یہاں...... ہوں۔" سالار نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں......" اس نے بمشکل نفی میں سر ہلایا تھا۔

"جھوٹی مکار لڑکی! میں نے اپنے کانوں سے تمہاری ماں کی بکواس سنی ہے۔" سالار نے ایک تھپڑ اس کے گال پر رسید کر دیا اس کے ہونٹوں سے خون رسنے لگا تھا، سر دیوار سے ٹکرانے کے باعث سر درد سے چکرا رہا تھا، پھٹا جا رہا تھا۔

"تمہیں! میری جائیداد اور دولت چاہیے نا۔"

"نہیں...... مجھے نہیں پتا مما نے ایسا کیوں کہا...... میں تو صرف آپ سے پیار کرتی ...... ہوں۔" وہ روتے

ہوئے اٹک اٹک کر بولی۔

''پیار نہیں کرتی، پیار کرنے کا ڈھونگ رچاتی رہی ہو اب تک، اب دیکھنا، میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تمہاری ماں بھی تمہاری شکل نہیں پہچان سکے گی، اس معصوم صورت کا فائدہ اٹھا کر تم نے مجھے بے وقوف بنایا، دھوکا دیا مجھے، اب دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔'' سالار نے اسے بالوں سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بولا اور اسے زور سے دھکا دے کر گرا دیا، روحا کی چیخیں پورے کمرے میں گونج اٹھیں۔

''امینہ، زہرہ اور بی بی جان اندر سے آتی آوازیں اور چیخیں سن کر پریشان اور خوفزدہ سی، دروازہ پیٹ رہی تھیں، مگر سالار پر وحشت طاری تھی اس نے روحا کو روئی کی طرح دھند کے رکھ دیا تھا۔

''تم! یہاں سے اپنا زخمی وجود اور طلاق کا کاغذ لے کر جب اپنی مما کے پاس پہنچو گی نا تب انہیں پتا چلے گا کہ...... سالار حسین کو دھوکا دینے کا کیا انجام ہوتا ہے، جائیداد کے کاغذ چاہئیں ناں تمہاری ماں کو۔'' وہ وحشی انداز میں اس کے جبڑوں کو سختی سے پکڑے بول رہا تھا، وہ بمشکل ٹوٹتے لہجے اور لفظوں میں بولی۔

''نہیں...... اس طرح...... ہمارا خاندان ہمیشہ کے...... لئے الگ ہو جا...... ئے گا...... پاپا...... یہاں نہیں آسکیں گے...... بی بی جان۔''

''یہاں سے تو وہ اب تمہارا جنازہ لے کر ہی جائیں گے۔'' سالار نے غصیلے اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

''سالار پتر! تجھے رب کا واسطہ...... دروازہ کھول دے، نہ مار اس معصوم کو...... دیکھ تجھے، میری قسم ہے، دروازہ کھول نہیں تو، تو میرا...... مری ہوئی کا منہ دیکھے گا۔'' بی بی جان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی، تو وہ ناچار، روحا کو چھوڑ کر دروازہ کھولنے کے لئے کھڑا ہوا اس کے چہرے سے جو وحشت ٹپک رہی تھی اس نے ان تینوں کو بھی خوفزدہ کر کے رکھ دیا تھا، وہ تینوں کو دیکھ کر سائیڈ سے ہوتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا، وہ تینوں تیزی سے اندر داخل ہوئیں تو زخموں سے چور بکھری، ٹوٹی، روحا کو دیکھ کر صدمے میں گھر گئیں اس کا سر اور ہونٹ پھٹنے سے چہرہ لہولہو ہو رہا تھا۔

''ہائے او...... سالار...... یہ تو نے کیا کر دیا...... ہائے او...... میرے ربا میں اپنے حسن پتر کو کیا...... منہ

دکھاؤں گی......اس کی ماں کو کیا جواب دوں گی...... یہ کیا کر دیا سالار تو نے......" بی بی جان نے روحا کی حالت دیکھتے ہوئے روتے ہوئے کہا اور صدمے سے بے ہوش ہو گئیں، زہرہ اور امینہ کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔

محرماں ولاں دیا

یہ تو نے کیا کیا......؟

جس دل میں بسا تھا تو

وہ دل ہی توڑ دیا

محرماں ولاں دیا

وہ سالار کے کمرے سے دوبارہ اسی کمرے میں آ گئی تھی، جہاں سالار سے شادی سے پہلے اسے ٹھہرایا گیا تھا، صدیوں کی تھکن اوڑھے زخموں سے چور بدن لئے، وہ دوبارہ وہیں پر آ گئی تھی، سالار کے پر تشدد رویے نے روحا کو توڑ ڈالا تھا، اس کا مان، بھرم، اعتبار، وقار، پیار، سب کچھ خاک میں مل گیا تھا۔

"میری ہی غلطی تھی کہ اس اسٹون مین پر اعتبار کر بیٹھی، اپنی زندگی کی خوشیاں اس سے وابستہ کر بیٹھی، بھلا پتھر بھی سکھ پہنچاتے ہیں، وہ تو صرف دکھ دیتے ہیں، زخم دیتے ہیں، سالار ایک جذباتی انسان ہے، پل پل بدلنے والا، پل میں پیار، پل میں آزار......" روحا بیڈ پر بیٹھی گم صم سی سوچ رہی تھی، گلابی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔

"اس قدر ذلت، اتنی توہین، بے پناہ نفرت، حد درجہ اذیت و ہتک کے باوجود میں اس حویلی میں موجود ہوں...... کیوں......؟" سالار کا رویہ تو شروع دن سے میرے ساتھ ایسا ہی ہتک آمیز رہا ہے، پھر اس سے کسی اچھائی کی اُمید رکھنا حماقت ہی تو ہے، اب جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے بعد تو اس حویلی میں میرا رکنا بھی میری توہین ہے، مجھے چلے جانا چاہئے، مگر کہاں......؟" روحا نے تھک کر اپنی آنکھیں موند لیں۔

"میں تو پاپا کو یہاں لانا چاہتی تھی اب خود جا رہی ہوں، لیکن سالار نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے، اس کے بعد میرا یہاں رہنا، میری ذات کی محبت کی، اس رشتے کی بھی توہین ہے، جسے سالار نے شک اور بے اعتباری و بدگمانی کی آگ میں جھلسا دیا ہے، میں کیا کروں اللہ میاں......؟ اتنا بے عزت اور ذلیل ہو کر بے اعتبار و بے وقار

ہو کر بھی کیا مجھے یہاں رکنا چاہیے......؟ او گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے......؟ کیوں آ گئی میں یہاں......؟ اب میں کیا کروں......؟ اس سارے قصے میں، میرا تو کوئی قصور نہیں ہے، کل بھی مما کی وجہ سے پاپا، ان سب سے دور ہوئے تھے اور آج بھی مما کی وجہ سے میں ان سب سے دور ہو رہی ہوں، میں نے تو کبھی ان رشتوں میں وقت ہی نہیں گزارہ پھر بھی یہ سب میرے ذہن پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو گیا ہے، سالار کے رویئے کی وجہ سے، محبت تو شاید میرے نصیب میں نہیں ہے، مما کو کبھی فرصت نہیں ملی، ہمارے ساتھ وقت گزارنے کی، پاپا کا دم غنیمت تھا جو کم ملتے تھے مگر پیار سے ملتے تھے ہماری ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور اب تک رکھتے آ رہے ہیں، مما تو ایک مصنوعی زندگی گزار رہی ہیں، اللہ میاں! مجھے ہدایت دیں، راستہ دکھائیں، بتائیں کہ مجھے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے......؟" خود سے سوال جواب کرتی دل و دماغ میں چھڑی جنگ سے نڈھال ہوتی، روتی روتی آخر نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

امینہ اور زہرہ کو اس نے خود منع کر دیا تھا کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں وہ اس کی مرہم پٹی کرنا چاہتی تھیں مگر روحا نے بمشکل سر کا زخم صاف کروا کے بس پاؤڈر چھڑکنے کی حد تک "فسٹ ایڈ" لی تھی۔ اور اپنے شولڈر بیگ میں سے ایک پین کلر نکال کر پانی کے ساتھ نگل لی تھی۔

بی بی جان ہوش میں آنے کے بعد سے رو رہی تھیں، سالار صبح کا نکلا رات گئے حویلی پہنچا تھا، جانے کہاں کی خاک چھان کر آیا تھا خود بھی تھکا تھکا اور شکست خوردہ دکھائی دے رہا تھا۔

امینہ نے بی بی جان کی بے ہوشی اور موجودہ حالت کا بتایا تو وہ فوراً ان کے کمرے کی طرف دوڑا تھا، کچھ بھی تھا، وہ ان سے بہت پیار کرتا تھا۔ ان کی تکلیف، دکھ اور پریشانی نہیں دیکھ سکتا تھا اور جب وہ بی بی جان کے کمرے سے باہر آ رہا تھا تو دنیا بھر کی تھکن اس کی چال کا حصہ بنی ہوئی تھی، ندامت کے سنگلاخ پتھروں تلے اس کا لمبا چوڑا کسرتی بدن یوں دب گیا تھا کہ اسے سانس لینا محال ہو رہا تھا، الفاظ زبان تک آنے کا رستہ بھول گئے تھے، سارا غصہ، ساری نفرت، پانی پر جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی، بی بی جان نے اسے ساری حقیقت بتا دی تھی روحا کی مما نے جو کچھ روحا سے فون پر کہا تھا وہ اسی وقت انہیں بتا چکی تھی، اگر وہ ان کی سازش اور پلاننگ کا حصہ ہوتی تو فوراً بی بی جان کو وہ سب کچھ کیوں بتاتی جو اس کے اپنے لئے بھی باعث ندامت تھا کہ اس کی ماں کی

سوچ کتنی سطحی اور لالچی ہے وہ تو ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی اور سالار حسین نے اپنے غصے اور جذباتی پن میں اس پھول سی لڑکی کو مسل کر رکھ دیا، اس کی روتی آنکھیں، زخمی وجود اب سالار کو ندامت کے اتھاہ سمندر میں غرق کر رہا تھا، وہ بے جان قدموں سے چلتا ہوا اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچا، دھیرے سے دروازہ پیچھے دھکیل کر اندر قدم رکھتے ہی لگا تھا کہ روحا کی آواز سن کر اس کے قدم وہیں جم گئے وہ اپنے موبائل پر اپنی مما سے بات کر رہی تھی۔

''کتنی حریص ہیں مما آپ! کب ختم ہوگا آپ کا یہ لالچ......؟ آپ نے تو اپنی بیٹی کو اپنی سازش اور لالچ کی بھینٹ چڑھا دیا، کتنی دولت چاہئے آپ کو......آپ کی نیت بھر سکے، آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، میں نہیں جانتی تھی کہ آپ نے مجھے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت یہاں بھیجا تھا، جانتی ہوتی تو......کبھی یہاں نہ آتی، آج آپ کی وجہ سے مما آپ کی وجہ سے میرے جسم پر ہی نہیں میرے دل اور روح پر بھی زخم لگے ہیں، میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔''

''رورحا! مائی چائلڈ مائی بے بی۔'' زوہا نے اسے پچکارا۔

''آئی ایم ناٹ اے چائلڈ مما! نفرت ہے مجھے آپ سے......'' روحا نے روتے ہوئے چیخ کر کہا، تو سالار ملامتوں میں گرتا چلا گیا۔

''ایک بات سن لیں مما! اگر سالار...... نے مجھے اس حویلی سے اپنی......زندگی سے بے دخل کیا نا تو......میں آپ کے گھر بھی نہیں آؤں گی......اور اگر سالار نے مجھے ڈرائیورس دے دیا تو میں خود کو شوٹ کرلوں گی، ماتم کیجئے گا پھر میری لاش پر، اور قیمت وصول کیجئے گا، ان لوگوں سے میری موت کی، شاید، اس طرح آپ کی ہوس، لالچ کو کچھ سکون آجائے۔'' روحا نے روتے ہوئے کہا تو زوہا غصے سے بولیں۔

''تم ہوش میں تو ہو، اپنی ماں کو یہ سب کہہ رہی ہو۔''

''ہاں......اس ماں کو جس نے اپنی بیٹی کو اس کی محبت کی نظروں میں گرا دیا، اس کا اعتبار، وقار اس کے شوہر کی نظروں میں دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے، میں سالار سے پیار کرتی ہوں، ان سے دوری کے بدلے میں مجھے موت قبول ہے، آپ نے ان کی نگاہوں میں میرے لئے نفرت بھر دی ہے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی

مما! آئی ہیٹ یو، میں آپ کے پاس کبھی نہیں آؤں گی، سنا آپ نے۔" روحا نے روتے ہوئے، تیز لہجے میں کہا اور موبائل آف کر دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، سالار کے لئے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا، روحا کی آنکھیں جو پیار لٹایا کرتی تھیں، وہی سچ تھا، اور وہ اپنے غصے اور نفرت کی آگ میں جلتا ہوا اسے بھی بری طرح جھلسا گیا تھا، شرمندگی ہی شرمندگی تھی۔

"او میرے خدایا! یہ لڑکی کیا ہے......؟ اور میں نے اسے کتنا غلط سمجھا، یہ تو انمول ہیرا ہے، اور میں نے اسے مٹی میں رول دیا، میرے اللہ مجھے معاف کر دینا، میں نے بہت ظلم کیا ہے اس معصوم لڑکی پر، جس سے میں نے محبت کی تھی، کیسے سامنا کروں گا میں اب اس کا......؟ کیسے معافی مانگوں گا میں روحا سے......؟" سالار نے دل میں خود سے سوال کیے اور دبے پاؤں وہاں سے چلتا ہو، اپنے کمرے میں آ گیا، جہاں کل شب اس نے روحا کی سنگت میں سہاگ رات منائی تھی، ایک رات کی دلہن کو اس نے صدی کے دکھ دے ڈالے تھے، آنسوؤں کے سیلاب اس کی آنکھوں سے جاری کروا دیئے تھے۔ یکا یک اس نے غصے میں آ کر اپنے ہاتھ کا مکہ بنا کر ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پر اتنی زور سے مارا کہ شیشہ چھناکے سے ٹوٹ گیا اور سالار کا ہاتھ لہولہان ہو گیا تھا، وہ ہاتھ جس سے اس نے روحا کو لہولہان کیا تھا، اس کی یہی سزا ملنی چاہئے تھی اسے۔

"بھایا۔" زہرہ اس کے لئے ٹرے میں کھانا لائی تھی یہ منظر دیکھ کر وہ چیخ اٹھی۔

"پاپا پلیز! آپ فوراً یہاں آ جائیں ورنہ میں یہاں نہیں رہوں گی، آپ کو میری قسم پاپا واپس آ جائیں اور احد بھائی کو بھیج دیں۔" وہ موبائل پر حسن احمد سے بات کر رہی تھی، زہرہ آنکھوں میں آنسو لئے اسے تک رہی تھی۔

"او کے پاپا اللہ حافظ۔" اس نے موبائل آف کر دیا۔

"بھر جائی۔" زہرہ بھیگی آواز میں بولی۔

"او پلیز ڈونٹ کال می بھر جائی۔" روحا نے تیزی سے کہا۔

"اچھا بھابھی جی! بھایا کو معاف کر دیں ناں، انہوں نے اپنا ہاتھ زخمی کر لیا ہے اور۔"

"اور میرا پورا وجود ہے کوئی اس کی تلافی......؟" روحا نے اس کی بات کاٹ کر کہا، لہجے میں دکھ کی تلخی گھلی تھی

وہ چیخ کر رہ گئی۔ سبھی اس سے شرمندہ تھیں، امینہ، زہرہ بی بی جان اور سالار حسین اس کی تو روح بے قرار ہو کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔

"سالار! وہ تم سے پیار کرتی ہے، تمہیں معاف بھی کر دے گی اسے منالو۔" سالار کے دل نے کہا، وہ اسے دیکھ کر ہراساں ہوگئی، اس کے ہاتھ میں موجود سفید لفافہ روحا کو موت کا پروانہ محسوس ہو رہا تھا، سالار نے بے قراری سے اس کے ویران حیران پریشان چہرے کو دیکھا اور اس کے قریب آ کر رک گیا۔

"یہ اٹھاؤ۔" سالار نے ہاتھ میں موجود سفید لفافہ روحا کی گود میں پھینک کر کہا۔

"طلا......ق......نن نہیں۔" روحا کے ذہن میں یہی خیال آیا تھا، وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"یہ اٹھاؤ لڑکی۔" سالار نے رعب دار لہجے میں کہا۔

"نہیں......مم......مجھے نہیں چاہیے۔"

"سنا نہیں تم نے......میں نے کیا کہا ہے......؟" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"یہ اٹھاؤ، اپنا ضروری سامان پیک کرو اور یہاں سے جانے کی تیاری کرو۔"

"نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ ہراساں ہو کر لفافہ دور پھینک کر بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے بولی، سالار کو اندازہ تھا کہ وہ کیا سمجھ رہی ہے۔

"دیکھتا ہوں کیسے نہیں جاؤ گی یہ میرا حکم ہے۔" سالار کا یہی انداز تھا، اسے تو ناراض بیوی کو منانا بھی نہیں آتا تھا، الٹا وہ اسے غصہ دلا رہا تھا۔

"حکم ہونہہ......کیا سمجھتے ہیں آپ خود کو اس طرح غصہ کر کے چیخ چلا کے ڈرا دھمکا کے مار پیٹ کے آپ دوسروں کا دل جیت لیں گے۔" وہ بھی ایکدم سے غصے میں آتے ہوئے بولی۔

"دوسروں کا تو پتا نہیں ہاں البتہ اس معصوم لڑکی کا دل میں ضرورت جیت چکا ہوں، اپنی تمام تر سفاکیوں، سختیوں اور خامیوں کے باوجود۔" سالار نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے، مسکراتے نرم لہجے میں کہا تو وہ اس کی اس کایا پلٹ حرکت پر حیرت زدہ سی اسے تکنے لگی۔

"میں بہت پہلے ان آنکھوں کی حیرت میں ڈوب چکا ہوں، اور کتنا ڈبوؤں گی......؟" وہ مسکراتے ہوئے

اعتراف کر رہا تھا، مگر اس کے زخم ابھی تازہ تھے اور اتنے کاری تھے کہ روحا کے دل میں رتی برابر بھی خوشی کا احساس نہیں جاگا، اسے یہ لفظ ڈھکوسلہ لگے، احساس سے عاری کھوکھلے لفظ۔

''ہنی! میں تجھے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، یہ طلاق نامہ نہیں ہے، ہماری اسلام آباد کی ٹکٹیں ہیں، ہم ہنی مون منانے جا رہے ہیں، مری، بھوربن کے بعد، دبئی'' پھر اسکاٹ لینڈ اور ملائیشیا جائیں گے میں اپنی روحا کو خوبصورت ملکوں کی سیر کراؤں گا، دُنیا کے جس خطے میں کہو گی وہیں شاندار گھر بنا کر دوں گا۔''

سالار نے اسکو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا روحا کو اس کی باتوں میں سچائی تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی وہ کوئی پانچ چھ برس کی بچی نہ تھیں جسے وہ یہ، خوبصورت کھلونے دے کر بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''مسٹر سالار حسین! کیا لگتا ہے آپ کو کہ میں کوئی چار پانچ سال کی ہوں جسے آپ چاکلیٹ اور کینڈیز دے کر بہلا لیں گے یا ان لفظوں کے کھلونوں سے میرا دل جیت لیں گے۔ یہ خواب کھلونے کسی اور کو دکھایئے مجھے لالچ مت دیجئے میرا پورا وجود بلکہ میری روح تک آپ کے دیئے ہوئے زخموں سے چھلنی ہے اور آپ...... کو ڈھول بجانے، لڈیاں ڈالنے اور رقص کرنے کی سوجھ رہی ہے، واہ اچھا مذاق ہے۔'' روحا نے ہمت کر کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تلخ اور طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ اندر تک سے شرمسار ہو گیا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ روحا کو منانا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا آسان وہ سمجھ رہا تھا، وہ روحا کو حق بجانب سمجھتا تھا۔

''روحا! تم تو پیار کرتی ہو نا مجھ سے۔''

''آپ کو اپنے حسن سلوک کے بعد بھی ایسی کوئی خوش فہمی ہے تعجب ہے، میں یہاں صرف بی بی جان کو ان کے بیٹے سے ملانے تک موجود ہوں، میں نہیں چاہتی کہ جو آس انہیں میرے یہاں آنے سے، اپنے بیٹے سے ملنے کے حوالے سے بندھ چکی ہے وہ ٹوٹ جائے اور بی بی جان میں جینے کی امنگ باقی نہ رہے، آپ پلیز! جائیں یہاں سے آپ کو دیکھ کر میرے زخموں میں درد اٹھنے لگتا ہے۔'' روحا نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے آخر میں رخ ہی پھیر لیا تو سالار تڑپ کر رہ گیا۔

''روحا! تم......''

"پلیز! جایئے یہاں سے۔" روحا نے اس کی بات کاٹ کر تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا، اس کے غصے اور تشدد کی انتہا تو وہ خود پر سہہ چکی تھی، لہٰذا اب اس کے اندر سے سالار کا خوف ختم ہو گیا تھا، وہ سر جھکائے ٹکٹوں کا لفافہ اٹھائے ناکام واپس لوٹ گیا اور روحا بے اختیار رو دی۔ احد نے حوالات جا کر کافی سبق سیکھ لیا تھا حسن احمد نے بھی اسے سمجھایا تھا، لہٰذا وہ اب بیکار کاموں اور مشغلوں سے جان چھڑا کر جاب تلاش کرنے کا سوچ رہا تھا، حسن تو چاہتے تھے کہ احد ان کے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹائے لیکن احد کا کہنا تھا کہ وہ پہلے کہیں ملازمت کر کے اپنی صلاحیتوں کو آزمانا چاہتا ہے، مالک کی کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ملازم بن کر کام کرنا چاہتا ہے۔ حسن کو اس کی سوچ نے خوشی اور اُمید کا احساس دلایا تھا، احد کو بھی اپنی مما کی زیادتیوں، لاپرواہیوں کا رنج تھا اور روحا کے معاملے میں جو کچھ انہوں نے کیا تھا، اس پر احد نے زوہا (مما) کو آئینہ دکھا کر شرمندہ کرنے کی کوشش ضرور کی تھی اور زوہا شرمندہ ہوئی تھیں یا نہیں انہیں اپنی زیادتیوں، سازشوں اور مکاریوں کا احساس ہوا تھا کہ نہیں...... احد ضرور بہن کی محبت میں بے اختیار حویلی چلا آیا تھا۔

☆......☆......☆

بی بی جان تو احد کے آنے پر اتنی خوش تھیں کہ احد کو افسوس ہوا کہ وہ یہاں کیوں نہیں آیا؟ مما نے کیوں دور رکھا اُن سب کو ان رشتوں سے۔ روحا اس کے سامنے آئی تو اس کی حالت دیکھ کر، لمحے بھر کو احد کی روح تک لرز اٹھی تھی۔ پھٹے اور سوجے ہوئے ہونٹ، پیشانی پر نیل کا نشان اور سوجن، سر کے بالوں کی الجھی لٹوں میں جما خون، آنکھوں میں بچھا سرخ ڈوروں کا جال جیسے جانے کتنی راتوں کو وہ اپنے اشکوں سے بھگوتی، ڈبوتی رہی ہے، زرد پڑتی رنگت اور سوجی سرخ آنکھوں میں پھیلی ویرانی تو کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

"روحا!" احد کے لب ہلے۔

"بھائی!" وہ دوڑ کر اس کے سینے سے لگ کر رو پڑی۔

"کس نے کی ہے یہ تمہاری حالت، بتاؤ مجھے؟ زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اُس درندے کو...... یہ مہمان نوازی کی ہے ان لوگوں نے...... مجھے اُس جنگلی کا نام بتاؤ؟" احد کا خون کھول گیا تھا اپنی پھولوں جیسی بہن کی یہ حالت زار دیکھ کر، غصے اور جذباتی پن سے بولا تو سب شرمندگی سے نظریں چرانے لگے۔ سالار کی حالت سب سے بُری

تھی۔ اسے اب اور زیادہ شدت سے اپنی اس بے بسی کا احساس ہو رہا تھا۔ واقعی یہ تو خون خرابا کرانے اور خاندان کو ہمیشہ کیلئے توڑنے اور نفرتیں پیدا کرنے والا کام کیا تھا اُس نے، وہ اپنے کیے پر سخت پشیمان تھا اور روحا اُسے پشیمان کرنا چاہتی تھی جبھی اُس نے احد کو بلایا تھا۔

''آپ لوگ خاموش کیوں ہیں؟ بتاتے کیوں نہیں ہیں میری بہن کی یہ حالت کس جنگلی نے کی ہے؟'' احد اب اُن سب سے مخاطب تھا، ان سب کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔ بی بی جان دوپٹے میں منہ چھپائے رو رہی تھیں۔

''بھائی! ان سب...... کا کوئی قصور نہیں...... ہے...... وہ میں سیڑھیوں سے گر گئی تھی...... میرا پاؤں سلپ ہوا تھا۔'' روحا نے جھوٹ بول کر اُن سب کی لاج رکھ لی اور سالار کو مزید شرمندگی سے دوچار کر دیا...... وہ خاندان اور خوشیوں کی خاطر یہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

''اور کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ تمھیں ڈاکٹر کے پاس لے جانا، تمہاری مرہم پٹی کرا دیتا...... واہ بہنوئی واہ...... یہ خیال رکھا ہے آپ نے میری بہن کا، دس بارہ دن میں سارا رنگ روپ برباد کر دیا ہے۔'' احد نے سالار کو دیکھتے ہوئے کہا، وہ سالار جس کے سامنے کسی کو اونچی آواز میں بولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی آج اپنے سے کئی سال چھوٹے لڑکے کے سامنے چپ سادھے شرمسار کھڑا تھا۔

''بھائی! ان کا قصور نہیں ہے...... مجھے یہاں کے ڈاکٹر سے علاج نہیں کرانا...... آپ مجھے شہر کے اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جایئے گا۔''

''ہاں وہ تو میں لے کر ہی جاؤں گا، تم تیاری کر لو، ہمیں آج ہی روانہ ہونا ہے۔'' احد نے اُس کے آنسو صاف کر کے نرمی سے کہا۔

''پتر! تو چلا جائے گا اسے لے کر؟'' بی بی جان نے روتے ہوئے کہا۔

''ہم دوبارہ آئیں گے بی بی جان! پاپا آ رہے ہیں ناں بہت جلد آپ کے پاس۔'' احد نے اُن کے پاس بیٹھ کر بتایا۔

''کیا میرا محسن آ رہا ہے؟'' ان کی خوشی دیدنی تھی۔

''جی! آپ ہمیں اجازت دیں، انشاءاللہ پھر آئیں گے۔'' احد نے اٹھتے ہوئے اپنا سر اُن کے آگے جھکا دیا۔

''جیتا رہ پتر سدا سکھی رہ، پتر کچھ کھا پی کے جاتا، پہلی بار آیا ہے تو۔'' بی بی جان نے احد کے سر پر دست شفقت پھیر کر ماتھا چوم کر دعائیں دیتے ہوئے کہا تو وہ گویا ہوا۔

''پھر سہی بی بی جان! بہن کی حالت دیکھ کر میری بھوک پیاس ویسے ہی مر گئی ہے، آپ پریشان نہ ہوں پاپا بہت جلد آرہے ہیں، روحا نے انہیں بلایا ہے اور اس کی بات پاپا کبھی نہیں ٹالتے، ہے نا روحا؟''

''جی بھائی!''

''چلو تم اپنا سامان مجھے دو، میں گاڑی میں رکھتا ہوں۔''

''سامان تو یہی ہے بھائی۔'' روحا نے پردے کے پیچھے رکھے ہوئے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا گویا وہ پہلے سے ہی جانے کی تیاری کیے ہوئے تھی۔ سالار کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اُسے کیسے روکے؟

''اوکے......تم سب سے مل کر باہر آجاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' احد اس کا سوٹ کیس اٹھا کر باہر نکل گیا اور روحا سب سے نظریں بچا کر اپنے کمرے میں آگئی اور اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر کھول کر کچھ تلاش کرنے لگی۔

''بھابھی!'' زہرہ کی بھیگتی آواز اس کے کان میں پڑی۔

''زہرہ! آؤ۔'' یہ لو یہ کنگن اور یہ رقم اپنے بھائی کو دے دینا۔'' روحا نے شولڈر بیگ میں حق مہر کی رقم والا لفافہ اور رونمائی میں پہنائے گئے کنگن نکال کر زہرہ کو دیتے ہوئے کہا تو وہ تڑپ کر رہ گئی۔

''بھابھی! ایسا نہ کریں۔''

''میں نے کیا کیا ہے؟''

''یہ تو آپ کا حق ہے۔'' زہرہ نے کہا۔ لہجہ بھیگ رہا تھا۔

''حق مہر وہاں بنتا ہے جہاں مہر ہو، محبت ہو، جب مہر ہی نہیں ہے تو پھر حق کیسا؟ ہاں تمہارے بھائی کے نام کی مہر ضرور میرے نام کے ساتھ لگ گئی ہے غلطی سے پر وہ مہر نہیں ہے۔ اس مہر کی خاطر میں نے اپنا حق مہر تمہارے بھائی کو معاف کیا...... یہ دے دینا انہیں اور بتا دینا جو میں نے کہا ہے۔'' روحا نے سنجیدگی سے کہا، وہ خود کڑے ضبط سے گزر رہی تھی، اپنے آنسو اپنے اندر اتار رہی تھی۔ یہاں سے جاتے ہوئے وہ کم از کم سالار کے

لئے تو رونا نہیں چاہتی تھی۔

زہرہ روتی ہوئی کنگن اور لفافہ لے کر چلی گئی۔ روحا جانے کے لئے مڑی تو سالار کو روبرو پایا، اس نے لمحے بھر کو چونک کر اُسے دیکھا پھر سائیڈ سے ہو کر گزرنے لگی تو سالار نے آگے آ کر راستہ روک لیا۔

"راستہ چھوڑ دیں میرا۔" روحا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پلیز......رک جاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے میں زندہ ہوں، میری ہستی کا وقار، ذات کا اعتبار، مان بھروسہ، بھرم سب کچھ تو ختم کر ڈالا ہے آپ نے۔" روحا نے سپاٹ لہجے میں دلگیر لہجے میں کہا۔

"میں اپنی شرمندگی لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ تم سے بہت پیار کرتا ہوں، نہیں خوش رہ پاؤں گا تمہارے بغیر، پلیز رُک جاؤ، معاف کر دو مجھے۔" وہ ندامت سے بھیگتے لہجے میں بے قراری سے بولا۔

"کر دیا معاف اور کچھ۔"

"میری طرف دیکھو پلیز۔" سالار نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر رُخ اپنی جانب کیا تو اُس نے ہاتھ جھٹک دیا۔

"اور کیا دیکھنے کو باقی ہے
آپ سے جی لگا کے دیکھ لیا"

روحا نے یہ شعر طنزیہ لہجے میں پڑھا تو وہ ایکدم سے ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے بل اُس کے قدموں میں ڈھے گیا، روحا کو بہت جھٹکا لگا تھا، وہ دوسروں کو اپنے قدموں میں جھکانے والا، ایک لڑکی کے قدموں میں بیٹھا تھا، جیسے دیوی کے قدموں میں پجاری بیٹھا ہو۔

روحا کے اندر ٹوٹ پھوٹ سی ہونے لگی تھی مگر وہ وقتی اثر اور جذباتی بہاؤ میں بہہ کر نہ خود پیش قدمی کرنا چاہتی تھی نہ ہی سالار کو اتنی آسانی سے اپنی طرف بڑھنے کا موقع دینا چاہتی تھی۔ یہ وقت تھا سالار کے اندر سے غصہ اور نفرت ختم کرنے کا، اُس کے مزاج کی تندی اور ہٹ دھرمی کو نارمل رویئے میں تبدیل کرنے کا......لہٰذا اس کے لئے اُسے سزا کاٹنا ضروری تھا۔ اتنی آسانی سے معافی مل جانے اور روحا کا ساتھ مل جانے سے وہ پھر سے اُس کے ساتھ ایسا رویہ اپنا سکتا تھا اور روحا میں بار بار ٹوٹنے، بکھرنے اور زخمی ہونے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے

جذبات پر قابو پاتے ہوئے سالار کے بندھے ہاتھوں، بھیگتی آنکھوں اور ندامت سے پر چہرے کو دیکھتی ہوئی وہاں سے بہت خاموشی سے باہر نکل گئی اور سالار اُس کے جانے کے بعد بچوں کی طرح رویا تھا مگر اُس کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں تھا۔

حویلی کے بڑے سے گیٹ سے احد جس وقت اپنی نئے ماڈل کی کار نکال کر جانے لگا تو کار کے بیک مرر میں اسے ایک خوبصورت سا چہرہ دکھائی دیا؟'' آنکھیں اشکبار تھیں، احد نے روحا سے پوچھا۔

''یہ کون ہے؟''

''زہرہ۔'' روحا نے آگے ہو کر شیشے میں دیکھ کر بتایا۔

''تمہاری نند؟''

''ہاں اور ہماری کزن بھی۔'' روحا بولی۔

''ویسے ہے خوبصورت۔'' احد نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو روحا نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''بھائی! یہ گاؤں ہے یہاں ایسی باتوں پر قتل ہو جاتے ہیں۔''

''میں تو اللہ کے بنائے حسن کی تعریف کر رہا تھا اور ویسے بھی میری بہن سے زیادہ حسین نہیں ہے وہ زہرہ جبیں۔''

''آپ بھی نہ بس......'' وہ ہنس دی۔

''شکر ہے تمہاری ہنسی تو دیکھنے کو ملی۔'' احد گاڑی حویلی سے باہر نکال لایا تھا اور اب سیدھی سڑک پر ڈرائیو کر رہا تھا۔

''تمہاری نند صاحبہ کو بہت دُکھ ہے تمہارے واپس جانے کا، رو رہی تھی بے چاری۔'' احد نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

''بہت اچھی لڑکی ہے زہرہ۔''

''اچھا! تو پہلے بتانا تھا نہ، ذرا میں بھی اُس اچھی لڑکی سے سلام دعا کر لیتا۔'' وہ شوخی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''احد بھائی باز آ جائیں۔''

"ارے یار! مذاق کر رہا ہوں، سچ پوچھو تو ہر فضول کام سے توبہ کر لی ہے، تائب ہو گیا ہوں، میں تو یونہی تمہارا دل بہلانے کو کہہ رہا تھا۔" احد نے ہنس کر کہا تو روحا نے پیار بھری نظروں سے بھائی کو دیکھا۔

"روحا ایک بات بتاؤ۔" "جھوٹ نہیں بولنا۔"

"بھائی! آپ کو لگتا ہے کہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہے۔" روحا نے اس کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید کسی کا بھرم رکھنے کے لئے۔" احد نے یقین سے کہا تو روحا کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔

"تو بھائی! آپ سمجھ لیں کہ میں نے کسی کا بھرم اس لئے رکھا ہے تاکہ میرا بھرم قائم رہ سکے، سو پلیز آپ مجھ سے کچھ مت پوچھیں۔" روحا نے نظریں جھکا کر بھیگی آواز میں کہا تو احد نے بے قراری سے اس کے ملول چہرے کو دیکھا اور بے بسی سے لب کاٹنے لگا۔

"یہ سب مما کی وجہ سے ہوا ہے اور اب وہ اکیلی رہیں گی۔" احد نے کچھ دیر بعد گہرا سانس لے کر کہا۔

"وہ ہمارے ساتھ بھی رہی ہی کب ہیں؟ ان کی اپنی الگ دُنیا ہے، اپنی پسند ناپسند اور مرضی کے لوگ اُن کی اس دنیا میں ان کے اردگرد رہتے ہیں۔" احد سنجیدگی سے بول رہا تھا اور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"لیکن ہم تو اُن کی اولاد ہیں، بھائی! ہمارے ساتھ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟" روحا کا لہجہ بھیگ رہا تھا۔

"کم آن بے بی! فارگیٹ اٹ، چلو میں تمہیں مزے کا لنچ کرواتا ہوں، یہ ہوٹل مشہور تو بہت ہے ٹرائی کرتے ہیں ویسے بھی مجھے بہت زوروں کی بھوک لگ رہی ہے، تمہارے سسرال کا تو میں نے پانی تک نہیں پیا۔" احد نے شہر کی سڑک پر آتے ہوئے راستے میں ایک ہوٹل کے قریب گاڑی روکتے ہوئے اُس کا سر تھپک کر کہا۔

"اچھا کیا۔" روحا نے بے اختیار کہا تو احد نے چونک کر اُس کے زخمی چہرے کو دیکھا۔

"لیکن انہوں نے اچھا نہیں کیا تمہارے ساتھ۔" احد نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تیزی سے گاڑی سے نیچے اتر گیا، روحا اُس کے اس جملے پر کانپ کر رہ گئی۔ یعنی وہ سمجھ گیا تھا اس کے زخمی وجود کا سبب کون بنا ہے؟ کس نے اس کا یہ حال کیا ہے؟

"روحا! آؤ گڑیا۔" احد نے دوسری جانب آکر گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے گاڑی سے اُتر گئی۔ وہ ڈیڑھ کنال کے شاندار فرنشڈ بنگلے میں پہنچے تو روحا حیران نظروں سے چاراطراف دیکھتے ہوئے

پوچھنے لگی۔

"واؤ...... بھائی! یہ بنگلہ کس کا ہے؟"

"ہمارا۔"

"سچ۔" وہ خوشی سے مسکرائی۔

"بالکل سچ۔"

"مگر میری تو شادی ہو گئی ہے، اب میں کیسے یہاں رہ سکوں گی؟" روحا نے اداس ہو کر کہا تو وہ اس کے شانوں کے گرد بازو حائل کر کے بولا۔

"اداس کیوں ہوتی ہو، تمہاری رخصتی پاپا اسی گھر سے شاندار انداز میں کریں گے وہ بھی جب تم چاہو گی۔"

"رئیلی بھائی! پھر تو میں اپنی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گی، دو سال تو میں مزے سے آپ سب کے ساتھ رہوں گی مگر...... مما۔" وہ بولتے بولتے چپ سی ہو گئی۔

"وہ اُسی گھر میں ہیں پہلے والے میں، پاپا نے وہ گھر بیچ دیا ہے، چھ ماہ بعد نئے مالک مکان وہاں آ جائیں گے تب تک مما وہاں اکیلی رہیں گی اور انشاء اللہ اس دوران انہیں ہم سب کی محبت اور اہمیت کا احساس بھی ہو ہی جائے گا۔ مما کو نہ وہ بنگلہ فروخت ہونے کا علم ہے اور نہ ہی اس بنگلے کا پتا ہے...... تمام ملازمین بھی اُدھر سے اِدھر آ گئے ہیں۔" احد نے اسے ساری تفصیل سے آگاہ کیا تو وہ مطمئن سی ہو کر مسکرا دی۔☆

☆......☆......☆

کتنے برسوں بعد آج حسن احمد نے حویلی میں قدم رکھا تھا۔ بی بی جان تو انہیں دیکھ کر خوشی سے زار و قطار رونے لگیں، برسوں بعد بیٹے کی شکل دیکھی تھی۔ دونوں ماں بیٹا ایک دوجے کے گلے لگ کر دل کھول کے روئے۔ حسن کو اندازہ تھا کہ سالار، زوہا کو اپنے باپ کی موت کا ذمے دار سمجھتا ہے مگر اب سالار سمجھدار ہو گیا تھا، وہ سمجھ گیا تھا کہ اگر زوہا بیگم کی غلطی تھی تو اُس کی سزا باقی لوگوں کو نہیں دینی چاہیے تھی۔ وہ تو روحا کے رویئے پر اب تک حیران تھا جس نے اُس کے ظلم کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا تھا اور جب حسن نے دونوں ملوں کی آمدنی میں سے اب تک کا اُن کا حصہ کیش اور چیک کی صورت میں سالار کے سامنے رکھا تو وہ تو جیسے شرم سے زمین میں ہی گڑھ

گیا تھا۔

''چچا جان! ہمارا اس منافع پر کوئی حق نہیں ہے، اگر آپ ملوں کی کمائی کھاتے رہے ہیں تو ہم بھی زمینوں سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ صرف آپ کی دعائیں چاہئیں، یہ آپ واپس رکھ لیں۔'' سالار نے سنجیدگی سے کہا۔ یہی امینہ اور بی بی جان کے دل کی بات تھی۔ وہ سالار کے جواب سے مطمئن ہو گئیں۔

''بیٹا! یہ تو تمہیں رکھنے پڑیں گے کیونکہ یہ میری بیٹی روحا کی خواہش ہے کہ آپ کو لوٹا دیا جائے، دلوں میں کوئی رنجش کوئی شکوہ شکایت نہ رہے۔'' حسن نے کہا تو سالار، روحا کے نام پر تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے حیران اور پشیمان کرنے کا جیسے ٹھیکہ لے لیا تھا روحا نے۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اُسے ناکوں چنے چبوا رہی تھی اور وہ بے بسی کی تصویر بنا کھڑا تھا۔

''چچا جان! ہمارے دلوں میں کوئی رنجش، کوئی شکایت نہیں ہے، آپ یہ رکھیں اپنے پاس یا اپنی بیٹی کو دے دیجئے گا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔'' سالار نے غصہ ضبط کرتے ہوئے تحمل سے کہا۔

''سالار ٹھیک کہہ رہا ہے بھائی! آپ آ گئے ہیں سب پرانی باتیں بھلا دیں اور مستقبل کا سوچیں جو ہمارے بچوں کے ہاتھ میں ہے۔'' امینہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہوں۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے زہرہ کی طرف دیکھ کر اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔

☆......☆......☆

زوہا گھر میں اکیلی تھی۔ گیٹ پر سوائے چوکیدار کے گھر کے تمام ملازم انہیں چھوڑ کر جا چکے تھے۔ جیون ساتھی تک نے انہیں تنہا چھوڑ دیا تھا، ساری زندگی زوہا بیگم نے اپنے شوہر اور بچوں کو اپنے سے دور، الگ اور تنہا رکھا تھا۔ آج وہ سب چلے گئے تھے تو چند دن تو جیسے تیسے اپنی ذات میں اپنے کاموں میں الجھتے، جھنجھلاتے ہوئے زوہا نے گزار لئے تھے، سب پر انہیں غصہ آ رہا تھا، ملازم نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنا ہر کام خود کرنا پڑ رہا تھا۔ ناشتہ، کھانا بنائے انہیں مدت ہوئی تھی، کبھی میکے میں شادی سے پہلے پکایا تھا اب سب کچھ بھول چکی تھیں۔ بالآخر ان کا ضبط جواب دے گیا، انا کا خول ٹوٹ کر بکھر گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

''حسن، احد...... روحا...... کہاں چلے گئے ہو تم سب...... میں اکیلی رہ گئی ہوں۔'' وہ روتے ہوئے بڑبڑا

رہی تھیں۔

''زوہا بیگم! آپ کو شوہر اور اولاد کی تو کبھی ضرورت ہی نہیں تھی، آپ کو تو دولت درکار تھی، اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے آپ نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ آپ کی اولاد کو آپ کی ضرورت ہے، شوہر کو ضرورت ہے۔ آپ نے کبھی اپنی ذمے داریاں نہیں نبھائیں، آپ کا حلقہ احباب آپ کے دوست ہی آپ کا سب کچھ ہیں تو رہیں اُن کے ساتھ، ہمارے ساتھ تو آپ کبھی رہی ہی نہیں...... اس گھر میں آپ صرف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے آتی ہیں۔ پیسہ اور آرام چاہئے آپ کو مجھ سے اس گھر سے اور بس.......... روحا کے ساتھ جو آپ نے کیا ہے دل تو چاہتا ہے کہ یہ نام کا رشتہ بھی آپ سے ختم کر کے آپ کو اپنے نام سے محروم کر دوں، اس گھر سے نکال دوں لیکن مجھے...... آپ کے بڑھاپے پر، آپ کے عبرتناک انجام سے خوف آتا ہے۔ میں جا رہا ہوں...... اب آپ میری والدہ اور میرے بچوں کی زندگی میں اس وقت آیئے گا جب آپ کے اندر ایک بیوی اور ماں بیدار ہو جائے...... ورنہ ہمیں ڈھونڈنے کی کوشش بھی مت کیجئے گا...... اللہ حافظ۔''

حسن احمد کی باتیں زوہا بیگم کی سماعتوں میں گونج رہی تھیں اور انہیں آج تک کا اپنا رویہ یاد آ رہا تھا۔ شروع دن سے وہ اپنی ذمے داریوں سے غافل رہی تھیں، آج انہیں احساس ہو رہا تھا۔

''آئی ہیٹ یو مما! شرم آتی ہے مجھے آپ کو اپنی ماں کہتے ہوئے۔ مائیں تو بیٹیوں کی خوشیوں پر قربان ہو جاتی ہیں اور آپ نے اپنی بیٹی کی خوشیاں چھین لیں...... ہاں مگر آپ نے مجھے کبھی اپنی بیٹی سمجھا ہی کب ہے...... آئی ہیٹ یو مما آئی ہیٹ یو۔ آپ پاپا جیسے نفیس انسان کے قابل ہی نہیں تھیں۔'' روحا کی آنسوؤں میں بھیگی، سسکتی آواز اُن کے کانوں میں تیزاب انڈیل گئی تھی اور تڑپ تڑپ کر رونے لگیں۔

''روحا! میری بیٹی مجھے معاف کر دو۔''

''بس ٹھنڈ پڑ گئی آپ کے دل میں، سکون مل گیا آپ کو، بیٹی کی روح زخمی کر کے اُسے اس کے شوہر کی نظروں میں گرا کر، بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دے کر کتنی مسکراہٹیں خرید لی ہیں آپ نے اپنے لئے اور کتنی خواہشات اور ضروریات ہیں آپ کی جو...... پاپا کی دولت کے ہوتے ہوئے آپ پوری نہیں کر پائیں...... کتنی دولت، کتنا پیسہ چاہیے آپ کو جس سے آپ کی ہوس مٹ سکے، بتایئے؟ میں آپ کو لا کے دوں گا پھر اور عیش کیجئے

گا، بلکہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ یہ سب آپ کیلئے صرف آپ کیلئے چھوڑ کر خود ہی یہاں سے چلے جاتے ہیں...... کیونکہ آپ ہمارے بغیر تو رہ سکتی ہیں ان آسائشوں، مال وزر کے بغیر تو آپ سانس بھی نہیں لے سکتیں...... ہے ناں مما! نفرت ہے مجھے آپ سے، میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اس لئے جا رہا ہوں یہاں سے۔'' احد کی غصے اور نفرت سے پر آواز نے زوہا کو انگاروں پر لوٹا دیا تھا۔ وہ روحا کو لینے جا رہا تھا، جانے سے پہلے زوہا بیگم کو کھری کھری سنا گیا تھا۔

''مجھے معاف کر دو میرے بچو! میں بہت خود غرض ہو گئی تھی۔ حسن پلیز آپ بھی مجھے معاف کر دیں...... میں آپ سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔'' زوہا نے روتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے ان تینوں کے موبائل نمبرز پر کال کرنے کی کوشش کی مگر تینوں کے نمبر آف تھے...... کیونکہ ان تینوں نے دانستہ اپنے نمبرز تبدیل کر لئے تھے۔ اگلے دن زوہا نے حسن کے آفس جا کر حسن سے ملنا چاہا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ یہ آفس فروخت کر چکے ہیں۔ وہ جیسے تیسے مل میں گئیں وہاں بتایا گیا کہ حسن صاحب نے دونوں ملز فروخت کر دیں ہیں۔ یہ سن کر زوہا بیگم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اب انہیں ڈھونڈنے کا کوئی طریقہ زوہا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ حسن کے کہنے پر ہی زوہا بیگم کو یہ کہا گیا تھا ورنہ نہ تو آفس فروخت ہوا تھا اور نہ ہی ملز...... اور جب زوہا کی ہمت جواب دے گئی تو انہوں نے اپنا بینک اکاؤنٹ چیک کرایا۔ اس میں 80 لاکھ 25 ہزار روپے موجود تھے۔ حالانکہ حسن سے آخری ملاقات سے ایک دن پہلے زوہا نے بینک سے رقم نکلوائی تھی تو سات لاکھ روپے باقی بچے تھے۔ اس نے بینک مینیجر سے معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ آپ کے شوہر حسن صاحب یہ رقم جمع کروا گئے تھے۔

''حسن...... آپ کو اب بھی میرا خیال ہے اور میں......'' زوہا گھر آ کر ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ زندگی میں برسوں بعد شاید پہلی بار رب کے دربار میں باوضو ہو کر حاضر ہوئی تھیں۔ نماز ادا کی، رو رو کر خطاؤں، غلطیوں، زیادتیوں اور گناہوں کی معافی مانگی تھی اور اسی دوران انہیں گاؤں، حویلی، بی بی جان، امینہ کا خیال آیا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھیں اور اپنا سوٹ کیس پیک کرنے لگیں۔ انہیں یقین تھا کہ حسن، روحا اور احد گاؤں میں ہی ہوں گے، وہ سامان سمیٹ کر گاؤں کے لئے روانہ ہو گئیں۔

☆......☆......☆

احد نے روحا کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دوائیں استعمال کروائیں تھیں۔ اب وہ مکمل طور پر تندرست تھی، جسم کے زخم تو بھر گئے تھے لیکن روح کے زخم اتنے کاری تھے کہ راتوں کو سونے نہیں دیتے تھے۔ بڑی مشکل سے وہ سالار کو اُس کے رویئے کو بھلانے کی کوشش کرتی تھی مگر تنہائی میں موقع ملتے ہی وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت اُس کے سامنے آجاتا تھا۔

''روحا!'' وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھی تھی کہ احد کی آواز پر چونک گئی۔

''ہوں......جی بھائی!''

''ذرا غور سے دیکھ کے بتاؤ میرا سر سہرا سجنے کے لائق ہوگیا ہے کیا؟'' احد نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔

''کیوں بھائی! خیر ہے ناں؟''

''ہوں...... پاپا چاہتے ہیں کہ میری شادی بھی اب ہو جانی چاہیے۔''

''ریئلی بھائی! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے، کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں؟'' روحا نے پرجوش لہجے میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ایک لڑکی ہے جو بار بار میری نظر کے سامنے آجاتی ہے۔''

''اچھا کون ہے وہ؟''

''زہرہ۔''

''زہرہ۔'' روحا کا چہرہ بجھ سا گیا، احد بغور دیکھ رہا تھا۔

''کیوں اچھی ہے ناں؟''

''اچھی تو ہے لیکن بھائی! آپ کو نہیں لگتا کہ یہ ادلے بدلے کی شادی بعد میں پرابلم کری ایٹ کرسکتی ہے، ایک فریق میں ذرا سی گڑبڑ، معمولی سی اَن بن ہو جائے تو ساتھ ہی دوسرے کو بھی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے، خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔'' روحا نے سنجیدگی سے کہا۔

''ارے یار! قسم اٹھوا لو مجھ سے، میں نے سارے غلط کام چھوڑ دیئے ہیں، اب تو میں بہت نیک شریف بچہ

بن گیا ہوں، ایمان سے ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا کہ تمہارے لئے پرابلمز کری ایٹ ہوں۔" احد نے بے ساختہ کہا تو وہ دھیرے سے ہنس کر بولی۔

"مجھے معلوم ہے کہ میرا بھائی بہت نیک شریف بچہ ہے لیکن میری وجہ سے بھی پرابلم ہو سکتی ہے۔"

"نہیں تمہاری وجہ سے کبھی بھی پرابلم نہیں ہوگی۔"

"کیوں......اتنا یقین ہے مجھ پر......"

"کیونکہ میں جس حالت میں تمہیں وہاں سے لایا تھا اس نے ثابت کیا ہے کہ تم رشتوں کی خاطر، خاندان کے اتحاد اور ملاپ کی خاطر بہت کچھ سہنے کا حوصلہ رکھتی ہو، تم ایک جانثار، بہادر اور وفا شعار لڑکی ہو، مجھے تم پر فخر ہے......اور تمہارا بھائی ہونے کا کچھ تو اثر مجھ پر ہوگا ناں......تم دل سے اس خاندان کو اکٹھا دیکھنا چاہتی تھیں ناں۔" احد نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ کو میرے دل کا حال کیسے معلوم؟" وہ خوشگوار حیرت لیے بولی۔

"بھائی ہوں تمہارا، مانا کہ ہم نے اکٹھے دوستانہ ماحول میں کبھی بھی زیادہ وقت نہیں گزارا......لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنی بہن کے دل کا حال نہ جان سکوں......اب انشاء اللہ! ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے دوستوں کی طرح، مجھ سے کبھی کچھ مت چھپانا اوکے۔" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے بولا۔

"اوکے تھینکس بھائی۔" وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔ احد نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"پھر کیا خیال ہے زہرہ کو بھابی کے روپ میں قبول کرلوگی، پاپا بھی یہی چاہتے ہیں۔ دراصل وہ بھی تمہاری طرح اپنے بھائی کے گھر سے رشتہ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔"

"بھائی! زندگی تو آپ نے گزارنی ہے۔ اگر زہرہ آپ کو پسند ہے تو جیسے آپ کی خوشی۔" وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"نہیں روحا! میرے لئے تمہاری خوشی سب سے اہم ہے، اگر تم کہوگی تو میں زہرہ کے لئے پاپا کو ہاں کروں گا۔"

''بھائی! آپ کی خوشی ہی میری خوشی ہے۔''

''اور میری خوشی یہ ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔'' احد نے اس کی پیشانی چوم لی تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''بس پھر ہاں کر دیں پاپا کو۔''

''بھئی میری ہاں تم پاپا تک پہنچا دو، میں ٹھہرا مشرقی لڑکا، مجھے اُن کے سامنے شرم آئے گی۔'' احد نے شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

''اوئے ہوئے میرا شرمیلا بھائی۔'' روحا نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا تو حسن جو اُن کی باتیں سن کر دروازے پر ہی رک گئے تھے بہت مسرور اور مطمئن ہو کر واپس پلٹ گئے تھے۔ بی بی جان کو بھی تو یہ خوشخبری سنائی تھی۔

☆......☆......☆

رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ اس بار شدید گرمی میں روزے آئے تھے اور احد اور روحا پہلی بار روزے رکھ رہے تھے اور بہت خوش تھے۔ زوہا بیگم نے حویلی میں سب سے اپنے رویئے کی معافی مانگ لی تھی اور سب نے انہیں معاف بھی کر دیا تھا۔ لیکن انہیں حسن نے یہ نہیں بتایا تھا کہ احد اور روحا کہاں ہیں؟ یہ تو سالار تک کو علم نہیں تھا۔ وہ تو روحا کے موبائل نمبر پر دن میں دس بار ٹرائی کرتا مگر نمبر مسلسل بند ملتا کیونکہ نمبر تو وہ نیا لے چکی تھی۔ احد اور روحا کو زوہا کے حویلی جانے کی خبر حسن کے ذریعے مل چکی تھی۔ زوہا اب دن رات روحا اور احد کے لئے بے قرار رہتیں کہ احد کہاں چلا گیا ہے روحا کو لے کر...... روحا کو سالار پر کبھی کبھی بہت غصہ آتا تھا۔ وہ چاہتا تو پاپا کے ساتھ گھر آ سکتا تھا، اسے منا کے لے جا سکتا تھا مگر وہ تو اُس کا فون نمبر تک پاپا سے مانگنے کی ہمت نہ کر سکا تھا...... وہ نماز پڑھ کے رو رو کے اپنے سہاگ کی سلامتی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کی دعائیں مانگا کرتی۔ احد اور زہرہ کیلئے، مما پاپا، بی بی جان سب کے لئے دعائیں مانگتی۔ اس کا دل عبادت میں ایسا لگا کہ اس نے اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ کر لیا۔ احد نے اس کے اس نیک ارادے کی خبر سنی تو کہنے لگا۔

''ارادہ تو نیک ہے گڑیا! مگر اس طرح تو میں اکیلا ہو جاؤں گا۔ دس دن کس سے باتیں کروں گا؟ اور تم اچھی طرح سوچ لو، اتنی گرمی میں دس دن ایک کمرے میں بند ہو کر گزار لو گی۔''

''بھائی! کمرے میں اے سی تو چل رہا ہو گا ناں اور کیا خبر پھر مجھے یہ موقع ملے نہ ملے، ساری زندگی روزے سے غافل رہے ہیں، اب احساس ہو گیا ہے تو کچھ تو حق بندگی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ناں۔'' روحا نے سنجیدہ مگر دھیمے ملائم لہجے میں کہا۔

''ٹھیک کہتی ہو، او کے بیسٹ آف لک۔''

''تھینک یو بھائی۔'' وہ خوشی سے مسکرا دی۔

وہ اعتکاف میں بیٹھ گئی تھی۔ ہر نماز کے بعد وہ ملک و قوم کی سلامتی اور وقار کی دعا مانگنے کے بعد اپنے گھر، شوہر اور خاندان کی بقا اور سلامتی کی، خوشیوں کی، اپنے شوہر کے دل میں اپنی محبت اور عزت پیدا ہونے کی، اپنی خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے گڑگڑا کر دعا مانگا کرتی۔ اپنی خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں کی معافی مانگتی، اس کا دل ہر پل سالار حسین کے دائمی اور محبت بھرے ساتھ کی دعائیں مانگتا رہتا۔ سالار نے جیسا بھی سلوک اس کے ساتھ کیا تھا مگر وہ تو اُسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ وہی اس کا مونس، مسیحا، محرم، مختار و محبوب تھا، اب اسے اور یقین تھا کہ ایک دن وہ اُسے دل و روح کی گہرائیوں سے پیار کرے گا، اسے دیکھ دیکھ کر جیے گا۔ اس کی محبت سالار حسین جیسے ستون مین کو بھی نرم کر دے گی...... اور روحا کا یقین غلط بھی نہیں تھا۔

سالار حسین دن رات اُس کے ہجر کی آگ میں جل رہا تھا۔ اپنا وحشیانہ تشدد یاد کر کے وہ اللہ سے معافی مانگتا، دل ہی دل میں روحا سے معافی مانگتا، آج کل اس کی دعاؤں کا مرکز و محور صرف روحا کی ذات تھی۔ اس کی معصوم صورت، اس کی شرمیلی مسکان، اس کی جھکتی آنکھیں، اس کی زلفوں کی مہکتی آبشار، گلاب بدن کی نرماہٹیں، اس کی خوشبو، اس کی آواز کی دلکشی، اس کی بے لوث اور سچی محبت، اس کی ہر ہر ادا، ہر ہر عمل اُسے یاد آ آ کر تڑپاتا، رُلاتا اور بے قرار و بے چین رکھتا تھا۔ کسی کام میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا، روحا کا کچھ اتا پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ بس یہ اطمینان تھا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ گئی ہے تو خیریت سے ہی ہو گی۔ پتا نہیں وہ اسے یاد بھی کرتی ہو گی کہ نہیں؟

''ہاں میرے ظلم و ستم کو ضرور یاد کرتی ہو گی، روتی ہو گی، میں نے اسے سوائے دکھوں اور آنسوؤں کے دیا ہی کیا تھا جو وہ مجھے محبت سے یاد کرے گی۔'' سالار بے بسی سے سوچتا اور اکثر اس کی آنکھوں سے روحا کی جدائی

کے احساس سے آنسو بہنے لگتے۔

☆......☆......☆

عید کا چاند نظر آ گیا تھا۔ روحا نے دو نفل شکرانے کے ادا کیے۔ احد نے اُس کے لئے خاص لباس تیار کروایا تھا۔ آسمانی رنگ کا بہت خوبصورت کامدار شلوار سوٹ تھا۔ قمیض اور دوپٹے پر سفید اور سلور رنگ کے چمکتے ستارے، نگ، بہت شاندار چھب دکھلا رہے تھے، وہ یہ لباس پہن کر تیار ہو گئی۔ عبادت کا نور اس کے صبیح حسن چہرے پر اپنی جھلک دکھلا رہا تھا، وہ بہت مطمئن تھی، دل پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ احد نے اسے ایک میسج کیا تھا کہ تمہارے لئے ایک سرپرائز گفٹ ہے۔

اور اب وہ سرپرائز گفٹ کے متعلق اندازہ لگاتے ہوئے اُلجھ رہی تھی کہ دروازے پر دستک کے ساتھ ہی احد کی آواز آئی۔

''روحا! دروازہ کھولو گڑیا۔''

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔'' روحا نے دھڑکتے دل، کپکپاتے ہونٹوں سے پڑھا اور کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا۔

''السلام وعلیکم بھائی!''

''وعلیکم السلام رحمتہ اللہ وبرکاتہ، بہت بہت مبارک ہو مائی سوئٹ لٹل سسٹر، اللہ تمہاری عبادت قبول فرمائے۔'' احد نے پرجوش انداز میں کہتے ہوئے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کا ماتھا اور سر چوما، اس کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار ڈالا۔

''شکریہ بھائی۔'' وہ خوشی سے نم آواز میں بولی۔

''ٹھیک ہو ناں جانی۔'' احد نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھتے ہوئے برادرانہ محبت سے پوچھا۔

''جی بھائی۔'' وہ مسکرا دی۔

''گڈ، تمہاری تو ساری دعائیں قبول ہو گئی ہیں اس بار ہم سب کو عید منانے کا صحیح مزہ آئے گا کیونکہ ہم سب

نے روزے رکھے ہیں۔"

"اچھا! بابا کہاں ہیں؟ اور میرا سرپرائز گفٹ؟"

"نیچے چلو دکھاتا ہوں۔" احد اس کے شانوں کے گرد بازو حمائل کر کے خوشی سے مسکراتا ہوا سیڑھیوں کی طرف آیا تو جونہی روحا کی نظر سیڑھیوں سے نیچے پڑی وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

یہ اس کی نظروں کا دھوکا تھا یا واقعی سرپرائز گفٹ تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی...... بی بی جان، امینہ، زہرہ اس کے سامنے تھیں۔ اُن کے پیچھے مما پاپا بھی موجود تھے اور ان سب کے ساتھ وہ ستمگر وہ "ستون مین" بھی کھڑا تھا جسے اُس نے رب سے رو رو کر مانگا تھا۔ جیسے ہی روحا کی نظر سالار پر پڑی وہ اس کی نگاہ کو محسوس کر کے دلکشی سے مسکرا دیا۔ روحا کا دل ایکدم تیز تیز دھڑکنے لگا، اسے لگا وہ بے ہوش ہو جائے گی، اس نے گھبرا کر احد کا بازو پکڑ لیا۔ سالار اس کے الوہی حسن کو دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" احد نے فکرمندی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بھائی! یہ سب......" روحا کا اشارہ ان سب کی جانب تھا جو اسے مسکراتی اور محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ سب یہاں عید منانے آئے ہیں اور تمہیں بھی...... ہے نا سرپرائز گفٹ۔" احد نے سرگوشی کے انداز میں مسکراتے ہوئے بتایا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"روحا پتر! میری دھی رانی، دیکھ تیری دادی تجھے منانے آئی ہے، ملنے آئی ہے، آجا میری چاندنی۔" بی بی نے اوپر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے بہت پیار سے کہا تو احد اسے لے کر دھیرے دھیرے سیڑھیاں اتر گیا۔

"السلام وعلیکم۔" روحا نے نیچے قدم رکھتے ہی سب کو مشترکہ سلام کیا تو جواب مشترکہ آیا تھا۔

"میری لاڈو رانی! تو تو چراغ ہے، نور ہے میرے گھر کا، میرے سالار کی زندگی کا چاند ہے، سورج ہے، تیرے بغیر تو پوری حویلی میں اندھیرا چھایا ہے اور سالار کی زندگی میں بھی، بہت پیار کرتا ہے تجھ سے، بڑا رویا ہے وہ تجھے دکھ دے کے، اُسے معاف کر دے میری دھی۔" بی بی جان نے اسے اپنے گلے سے لگا کر آہستگی سے کہا، اس کے چہرے کو چوما، ہاتھوں کو چوما، پھولوں کا ہار اس کے گلے میں پہنایا، پھر امینہ نے بھی یہی عمل دہرایا۔ زہرہ

نے اسے ہار پہنایا۔

''مبارک ہو بھابی چاندرات بھی اعتکاف بھی، اس خوشی کے موقع پر میرے بھایا کو بھی خوشی دے دیں ناں۔'' زہرہ نے اس کے گلے لگ کر دھیرے سے کہا تو اس کی نگاہ خودبخود سالار کی طرف اٹھ گئی۔ وہ اُسی کو دیکھ رہا تھا، آنکھوں میں محبت، ندامت اور معذرت کے رنگ نمایاں تھے۔ سبھی اس کے سفارشی بن کر آئے تھے مگر وہ نہیں جانتا تھا، وہ یہاں آگیا تھا روحا کے لئے یہی شکر کا مقام تھا۔

''مما۔''

وہ زوہا کے قریب پہنچی تو زوہا نے روتے ہوئے اُسے گلے لگایا اور دیوانہ وار اس کا چہرہ ہاتھ چومنے لگیں۔

''بیٹا! مجھے معاف کردینا۔''

''پلیز مما! بھول جائیں گزری باتیں، ہمیں اپنے آج اور کل میں جینا ہے اب۔'' روحا نے روتے ہوئے کہا۔

''لیجئے جناب! آج پاپا کو کوئی لفٹ ہی نہیں کرائی جارہی۔'' حسن نے پیار بھرا شکوہ کیا تو سب ہنس پڑے۔

''پاپا! آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے، آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے کتنا پیار کرتی ہوں۔'' روحا نے اُن کے سینے سے لگتے ہوئے اُن کے سینے پر مکا مار کر معصومیت سے بھیگتی آواز میں کہا تو وہ خوشی سے ہنس کر بولے۔

''لیس...... آئی نو مائی سوئٹ ہارٹ، آئی لو یو ٹو۔''

''پاپا! آئی ایم سو ہیپی فار یو۔'' روحا نے زوہا کی طرف دیکھا پھر حسن کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا، وہ اس کی شرارت سمجھ گئے تھے۔

''آئی نو ناٹی گرل، روحا بیٹا بہت بہت مبارک ہو اور ہاں ایک سرپرائز تمہارے لئے اور ہے اور وہ یہ کہ تمہارا بی ایس سی کا رزلٹ آؤٹ ہوگیا ہے، تم نے اپنے کالج میں ٹاپ کیا ہے، آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی چائلڈ۔'' حسن نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''اوریلی، تھینکس پاپا، شکر الحمدللہ۔'' روحا خوشی سے چہکی۔

''پھر پاپا اسے اپنے ساتھ لگائے صوفے پر جا بیٹھے، کھانے پینے کے لوازمات ملازمین پیش کر رہے تھے اور وہ پھولوں کے ہاروں سے لدی سب کے درمیان بیٹھی تھی۔ وہ سب اسے گفٹ دکھا رہے تھے جو وہ روحا کے لئے

لائے تھے سالار نماز پڑھنے چلا گیا تھا۔ روحا کو پاپا نے بتایا کہ عید کے تیسرے دن اس کی رخصتی اور ولیمے والے دن زہرہ اور احد کی شادی ہو رہی تھی۔ وہ اتنے ڈھیر سارے سرپرائز پا کر واقعی خوش تھی اور اس خوشی کا شکر ادا کرنا بھی ضروری تھا، وہ سب عید کا چاند دیکھنے لان میں جا رہے تھے اور وہ پاپا کو سجدہ شکر ادا کرنے کا بتا کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''سنئے! آپ کہاں جا رہی ہیں؟'' احد نے زہرہ کے سامنے آ کر پوچھا۔

''وہ...... میں عید کا چاند دیکھنے۔''

''تو دیکھئے ناں عید کا چاند، آپ کے سامنے ہی تو ہے۔''

''جی......'' زہرہ اس کے شوخ و شریر جملے، لہجے اور آنکھوں کے زاویے پر ٹپٹا گئی۔

''جی، آپ کی عید یعنی خوشیوں کا چاند آپ کے سامنے ہے۔'' احد نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ نظریں جھکا کر حیا سے مسکرا دی۔

''زہرہ! ہمارے بڑوں نے ہمارے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے تم اُس سے خوش ہو ناں؟'' احد نے سنجیدگی مگر ملائمت سے پوچھا۔

''آپ خوش ہیں؟'' زہرہ نے اس اونچے لمبے خوبرو جوان کو دیکھتے ہوئے الٹا اُسی سے سوال کر لیا۔

''ہاں میں تو بہت خوش ہوں۔'' احد نے ایمانداری سے جواب دیا۔

''پھر میں ناخوش کیسے ہو سکتی ہوں؟'' زہرہ نے نظریں جھکا کر حجاب آمیز لہجے میں کہا اور شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئی۔

''اویس...... یاہو۔'' احد اس کی بات کی گہرائی میں اُترا تو فرط مسرت سے چیخ اٹھا۔

سالار نماز پڑھ کر واپس آیا تو لان میں سبھی موجود تھے سوائے روحا کے۔ وہ بے قرار نظروں سے اُسے اِدھر اُدھر تلاش کر رہا تھا، احد نے اس کی بے چینی بھانپ لی اور اس کے پاس آ کر بولا۔

''روحا کو تلاش کر رہے ہیں، وہ اپنے کمرے میں ہے جائیں منا لیں اُسے اور پلیز پھر کبھی میری بہن کو دکھ مت دیجئے گا۔''

''ڈونٹ وری۔'' سالار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپکا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

روحا دونفل شکرانے کے ادا کرنے کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنی چوڑیاں اور ہار اُتار کر رکھ رہی تھی۔ چوڑیوں سے کلائی خالی ہوتی تو یکا یک اس کا ہاتھ ایک مضبوط ہاتھ کی گرفت میں آگیا، اس نے ٹپٹا کر چہرہ اٹھا کر دیکھا سالار حسین اس کے بے حد قریب کھڑا تھا، اپنی تمام وجاہتوں کے ساتھ، سالار نے وہی رونمائی والے کنگن جو وہ آتے ہوئے زہرہ کے ذریعے انہیں واپس لوٹا آئی تھی اُس کی کلائی میں پہنا دیئے۔

''اب کبھی انہیں خود سے الگ مت کرنا اور نہ مجھے۔'' سالار نے اس کے رخسار کو نرمی سے چھوتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ پوری جان سے جی اٹھی۔ اس کے روم روم میں سالار کا لمس زندگی بن کر خوشی بن کر دوڑ رہا تھا۔ وہ بس حیرت سے اسے یک ٹک تکے جا رہی تھی، کتنے دنوں بعد اُسے دیکھا تھا، پیاسی نگاہیں اس کی ایک دید سے اپنی پیاس بجھا رہی تھیں۔

روحا! میرا جرم بہت بڑا ہے...... لیکن ایک بار مجھے دل سے معاف کر دو، پھر کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ صرف محبت، چاہت اور عزت دوں گا۔ اللہ سے بھی بہت رو رو کر معافی مانگی ہے، تم بھی معاف کر دو پلیز۔'' سالار نے ندامت سے پر لہجے میں کہا اور اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے تو وہ تڑپ اٹھی۔ اس کی باتوں کی محبتوں کی سچائی پر اسے یقین آ گیا تھا، اس نے بے اختیار اس کے بندھے ہوئے ہاتھ پکڑ کر کھول کر الگ کر دیئے۔

''تھینک یو ویری مچ روحا! کہ تم نے اس وحشی، جنگلی اور سٹون مین کو معاف کر دیا۔'' وہ خوشی سے بھیگتی آواز میں بولا۔

''سالار!'' روحا نے تڑپ کر کہا، اس کی آنکھوں سے اشکوں کے موتی پھسل کر رخساروں پر آ گئے۔

''روحا آئی لو یو رئیلی ویری لو یو۔'' سالار نے اس کے احمریں لبوں کو محبت سے چوم لیا، وہ خوشی سے رونے لگی۔

''روحا! تم اب بھی پیار کرتی ہو ناں مجھ سے۔''

''جب آپ جانتے ہیں تو...... پوچھ کیوں رہے ہیں؟''

''دل کی تسلی اور خوشی کیلئے...... بتاؤ ناں جان! پلیز تمہارے پاس میرے لئے محبت کا کوئی گلاب ہے اب بھی۔'' سالار نے ضد کرتے ہوئے پوچھا تو روحا کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے، پھر ایکدم کچھ سوچ کر ڈریسنگ

ٹیبل پر اتار کر رکھے گلاب کے پھولوں کے تمام ہار اس نے اٹھائے اور بڑھ کر سالار کے گلے میں پہنا دیئے۔

''محبت بھری چاندرات مبارک ہو۔''

''روحا! تھینکس میری جان۔'' سالار اس کی محبت کے اس معصوم، منفرد اور مسرت آمیز اظہار پر آبدیدہ ہو گیا اور بے اختیار اس کی پیشانی چوم کر اسے اپنی پناہوں میں سمو لیا۔ روحا بھی بے اختیار رو ئے گئی۔

''آپ لوگوں کو معافی تلافی ہو گئی ہو تو نیچے آجائیں، ہم سب آئسکریم کھانے لگے ہیں اور روحا مما تمہیں مہندی لگوانے کیلئے بے تاب ہو رہی ہیں۔'' احد نے دروازے پر دستک دے کر کہا تو وہ دونوں جیسے ہوش میں آگئے۔ روحا نے اس سے الگ ہو کر اپنے آنچل سے آنسو صاف کیے، سالار نے بھی خود کو سنبھال لیا، ہار اتارتے ہوئے بولا۔

''روحا جان! احد سے کہہ دو کہ ہم دونوں چاندرات اکٹھے اسی کمرے میں منائیں گے۔'' سالار نے خوشی سے دیکھا تھا اُسے۔

''جی نہیں......اس کے لئے آپ تین دن انتظار کریں۔'' وہ حیا سے سرخ ہوتی دروازے کی سمت بڑھی۔

''روحا۔''

''جی۔'' اس نے مڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

''آئی لو یو۔'' سالار نے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شرما کر بولی۔

''تو پھر......میرے پیچھے پیچھے آجائیں۔''

''پیچھے پیچھے نہیں، تمہارے ساتھ ساتھ چلوں گا آخری دم تک۔'' سالار نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی......اور جس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہے تھے تو مما، پاپا، احد اور باقی سب کے لبوں پر آسودہ اور اطمینان بخش مسکراہٹ سج گئی تھی انہیں خوش دیکھ کر۔